تذکرۂ تاج الشریعہ

تاج الشریعہ کے اوصاف و کمالات اور ان سے
خانوادۂ صدر الشریعہ کے تعلقات سے وابستہ کچھ یادیں

مولانا فیضان المصطفیٰ قادری

امجدی بکڈپو گھوسی

تذکرۂ تاج الشریعہ

تاج الشریعہ کے اوصاف وکمالات اوران سے
خانوادۂ صدرالشریعہ کے تعلقات سے وابستہ یادیں

تالیف
مولانا فیضان المصطفیٰ قادری
پرنسپل النورانسٹی ٹیوٹ ہیوسٹن امریکہ

ناشر
امجدی بک ڈپو گھوسی

نام کتاب: تذکرۂ تاج الشریعہ

مصنف: مولانا فیضان المصطفیٰ قادری

سیٹنگ و ڈیزائننگ: حافظ کمیل احمد امجدی

تعداد صفحات: 64

قیمت:

سن اشاعت: 2018

ناشر: امجدی بک ڈپو گھوسی

ای میل: Faizanulmustafa@yahoo.com

ملنے کے پتے

امجدی بک ڈپو کریم الدین پور گھوسی

قادری کتاب گھر اسلامیہ مارکیٹ بریلی

مکتبہ فقیہ ملت مٹیا محل جامع مسجد دہلی

امتیاز بک ڈپو نزد مدرسہ شمس العلوم گھوسی

کمال بک ڈپو نزد مدرسہ شمس العلوم گھوسی

فہرست مضامین

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زیرِ نظر کتاب مرشد گرامی آقائے نعمت حامیٔ سنت و ماحیٔ بدعت حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان سے متعلق یادداشتوں کا ایک مجموعہ ہے۔ اس کے مشتملات مختلف اسلوب اور نہج پر لکھے گئے مضامین ہیں۔ حضرت کے وصال کے بعد سے اب تک ایک ماہ کے دوران شکستہ دل اور طبعِ مضمحل کے یہ احساسات غیر مرتب طور پر سینۂ قرطاس پر منتقل ہوئے، حضرت کی رحلت سے دامنِ دل پر ہجر و فرقت کا جو داغ لگا ہے' مرورِ ایام اسے جلد نہ مٹا سکے گا، اور قوم اپنے جس قائد اور رہبر سے محروم ہوگئی ہے اسے برسوں بھلا نہ سکے گی، ہزاروں آلامِ روزگار میں گرفتار ہونے کے باوجود ان کی موجودگی قوم کو خوداعتمادی کی دولت سے مالا مال رکھتی تھی، اُن کا وجود ہمارے حوصلوں کو ایسی توانائی عطا کرتا تھا جس کے ساتھ بڑے سے بڑے طوفانِ بلاخیز کا مقابلہ کیا جاسکتا تھا، اور بڑے بڑے معرکے سر کرنے کا ولولہ بیدار رہتا تھا، اب اُس مہرِ تاباں کے روپوش ہوجانے کے بعد افق پر دھند چھا گئی ہے، ربِ قدیر اِس تاریکی کی عمر دراز نہ کرے تو جلد خانوادۂ رضا کے افق پر کسی نئے سورج کے آثار ظاہر ہوں گے۔

تاج الشریعہ کی طرزِ زندگی نے ہمیں ایک سبق دیا ہے کہ بندہ ہر لمحہ دین کے کاموں میں لگا رہ سکتا ہے، عزم محکم اور استقلال ہو تو اونچی سے اونچی چوٹی سر کرسکتا ہے۔ تاج الشریعہ کی رحلت ان کے معتقدین کے لیے ایک کھلا پیغام ہے کہ ان کا مشن زندہ ہے جس میں زندگی کی حرارتیں باقی رکھنا ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں تاج الشریعہ کے حالات و کمالات تو بطورِ تبرک ہم نے شامل کیے ہیں

ورنہ جس کی حیات شرق وغرب کے لیے نیر تاباں کی طرح آشکار ہو‘ یہ چند صفحات اس کا کیا تعارف کرا سکتے ہیں۔ اس مجموعہ کا اہم ترین حصہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت اور خانوادۂ صدالشریعہ کے ربط وتعلقات اور اس ضمن میں تاج الشریعہ کے کردار پر مشتمل ہے جو مجموعی طور پر ہماری یادداشت پر مبنی ہے، جس کو تحریر کرتے ہوئے ہم نے اپنے حافظے کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کی ہے، تاہم کوئی ہماری اصلاح کرنا چاہے تو ہمیں شکر گزار پائے گا۔

’’تاج الشریعہ کی رحلت ایک عہد کا خاتمہ‘‘ یہ اداریہ ہے جو ماہنامہ پیغام شریعت کے لیے لکھا گیا تھا اس کو بھی اس میں شامل کر دیا ہے۔

تاج الشریعہ کی قلمی خدمات کے کچھ نمونے بھی زیبِ داستاں کے طور پر درج کیے ہیں، ورنہ قلمی خدمات پر اہل علم نے مفصل لکھا ہوگا، تاہم سورۂ الم نشرح کی مختصر تفسیر جو حضرت نے کسی زمانے میں امریکہ میں کی تھی اس کو ہم نے مرتب کر کے اس میں شامل کر دیا ہے، نیز امریکی اسکالر نوح حامیم کیلر نے حسام الحرمین شریف پر جو تنقیدی مقالہ لکھا تھا‘ حضور تاج الشریعہ نے اس کا رد لکھوایا تھا، جو ہماری طرف سے ’’الرد السدید للعنود الجدید‘‘ کے نام سے نیٹ پر شائع کیا گیا تھا، اس کا تذکرہ بھی ہم نے کر دیا ہے، یہ دونوں چیزیں خاص اسی مجموعے کا حصہ ہیں۔

اس تحریر سے مقصود تاج الشریعہ کی بارگاہ میں اپنی غلامانہ حاضری ہے، اور بس

خاک پائے بزرگاں

فقیر فیضان المصطفیٰ قادری

النور انسٹی ٹیوٹ ہیوسٹن امریکہ

۹/ذوالحجہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۱/اگست ۲۰۱۸ء



احوال واوصاف

اعلیٰ حضرت سے تاج الشریعہ تک:

چودہویں صدی کے مجدد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی علمی عبقریت اور ہمہ گیر خدمات کا سہرا ان کے والد بزرگوار حضرت علامہ نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کے سر جاتا ہے جو اپنے وقت کے سند المحققین اور رمز شناسِ شریعت وحقیقت تھے جن کی جوہر شناس نگاہوں نے اپنے ہونہار بیٹے میں وہ سارے عناصر دیکھ لیے جو مستقبل کے ایک مجدد اور عبقری کے لیے ضروری تھے، پھر علم وحکمت کے اس عبقری باپ نے اپنے فرزند کی ننھی سی عمر میں ہی تربیت شروع کر دی، ولی صفت باپ کی پرداخت نے بیٹے کو عالم سے محقق، پھر مفتی پھر وقت کا مجدد بنا دیا۔ امام احمد رضا نے تیرہ سال کی عمر میں علوم عقلیہ ونقلیہ سے فارغ ہوکر مسند افتا کو زینت بخشی، اور اس دارالافتا سے دین وسنیت کی ایسی عظیم علمی خدمت انجام دی ہے جس کی مثال ہندوستان کی تاریخ میں دیکھنے کو نہیں ملتی۔ علامہ نقی علی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کے تین صاحبزادگان تھے: احمد رضا، محمود رضا، اور حسن رضا علیہم الرحمہ۔ امام احمد رضا کے دونوں بھائیوں نے والد گرامی کے اشارے پر بڑے بھائی کی خانگی ذمہ داریوں کو اس طرح سنبھال لیا کہ امام کو دینی وعلمی کاموں کے لیے مکمل فارغ البال کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو دو شاہزادے عطا کیے، حامد رضا اور مصطفیٰ رضا، امام احمد رضا کی توجہات نے بڑے صاحبزادے کو ''حجۃ الاسلام'' اور چھوٹے صاحبزادے کو ''مفتی اعظم ہند'' بنا دیا۔ ان دونوں شہزادوں نے مجدد باپ کے عظیم مشن کو آگے بڑھایا اور اپنے علم وعمل سے امام اہل سنت کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ اعلیٰ حضرت کے یہ دونوں شاہزادے اعلیٰ حضرت کے علم وعمل کے سچے وارث ہوئے، اور ان دونوں کی شخصیت اور کردار میں امام احمد رضا قدس سرہ کے عکوس وظلال نظر آتے تھے۔

حضرت حجۃ الاسلام کے دو صاحبزادے ہوئے بڑے صاحبزادے کا نام ابراہیم رضا (جیلانی میاں) تھا اور چھوٹے صاحبزادے حماد رضا (نعمانی میاں)۔ کہتے ہیں بیٹے سے زیادہ پوتا آنکھوں کا تارا ہوتا ہے، ابراہیم رضا کی شکل میں ایک خوبصورت پوتا دادا جان کے دلوں کا ٹکڑا

بن کران کے ذہن وفکر پر چھا گیا۔ دوسری طرف مفتی اعظم ہند کی بیٹی آنکھوں کی ٹھنڈک دادا کے چمنستان کی کلی بن کر کھلنے لگی۔ گھر میں امام احمد رضا کی شہزادی کی شادی کی تقریب تھی، ننھا پھول ابراہیم رضا اور مفتی اعظم کی ننھی کلی اچھے اچھے لباس زیب تن کیے پھوپھی کی شادی کی تقریب کو دوبالا کیے ہوئے تھے، اعلیٰ حضرت نے پوتے اور پوتی کو بلا کر گود میں بٹھایا، اور فرمایا حامد میاں (حجۃ الاسلام) کو بلاؤ، مصطفےٰ میاں (مفتی اعظم ہند) کو بلاؤ۔ دونوں ولیوں سے اپنی اولاد کے نکاح کی اجازت لی اور دونوں کو رشتۂ نکاح میں جوڑ دیا۔ اُس وقت پوتے کی عمر آٹھ سال اور پوتی کی عمر پانچ سال تھی، اِس طرح اچانک دونھوں کا عقد نکاح ہوا تو اِس کے متعلق گھر میں کچھ باتیں ہوئیں، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اگر اِس زمین سے آسمان تک کوئی اڑے تو اِس بچی کے لیے جیلانی سے بہتر کوئی نہیں۔

جیلانی میاں اعلیٰ حضرت کے لاڈلے تھے، یہ خاندان میں واحد تھے جن کی بیعت اعلیٰ حضرت نے خود لی، باقی گھر کے تمام افراد کو حضرت ابوالحسین نوری میاں مارہروی علیہ الرحمہ سے بیعت کرایا، اور جب جیلانی میاں کی بیعت اپنے دست اقدس پر لی اُسی وقت اُن کو خلافت بھی دے دی۔ اعلیٰ حضرت کے وصال کے وقت جیلانی میاں کی عمر چودہ سال تھی۔ ۱۹ر سال کی عمر میں حضرت جیلانی میاں نے منظر اسلام سے علوم اسلامیہ کی تکمیل کی اور والد گرامی حضرت حجۃ الاسلام نے دستارِ فضیلت باندھی۔ جیلانی میاں اپنے والد کی جاگیر پر گاؤں چلے گئے، پھر ملک کی تقسیم کے بعد آپ کے بہنوئی مولانا تقدس علی خاں صاحب جو اُس وقت منظر اسلام چلاتے تھے پاکستان چلے گئے، اُس وقت جیلانی میاں بریلی آئے اور آکر دارالعلوم منظر اسلام کو اپنے تحت لیا، اور ایسے وقت میں اسے سنبھالا دیا جب کہ مالی اعتبار سے یہ ادارہ سخت پریشانی میں مبتلا تھا، یہ دارالعلوم جو آج قائم ہے حضرت جیلانی میاں کی وجہ سے قائم ہے، کہ ایک زمانے میں آپ نے اپنے گھر کے زیور تک بیچ کر کے اس کے اخراجات پورے کیے۔

جیلانی میاں کا رعب بہت تھا، کسی سے ڈرتے نہ تھے، آپ کے داماد حضرت شوکت میاں بیان کرتے ہیں کہ اُس زمانے میں الیکشن کے دوران اُنھوں نے کانگریس کے خلاف اشتہار نکال

دیا، نہرو کا زمانہ تھا، پنت نامی کانگریسی لیڈر اُس وقت امیدوار تھا، نہرو نے کہا: جلدی جاؤ انھوں نے اشتہار نکال دیا ہے، تم ہار جاؤ گے، وہ بریلی آیا، تو لوگوں نے آپ کو بتایا کہ پنت آپ سے ملنا چاہتا ہے، فرمایا: اسے یہاں درگاہ پر نہ لاؤ، میں چلتا ہوں، جب ملاقات ہوئی تو اس نے کہا: آپ نے ہمارے خلاف اشتہار نکالا ہے، فرمایا: تمہارے خلاف نہیں' کانگریس کے خلاف نکالا ہے، جتنے فساد ہوئے سب کانگریس نے کرائے ہیں، مسجد شہید گنج کا معاملہ کانگریس نے کرایا۔ پنت نے کہا: میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں جو آپ کہیں گے وہ مانا جائے گا۔ فرمایا: تمہاری بات کا یقین نہیں ہے۔ نہرو اگر یہ بات مجھ سے کرے اور جو میں کہوں اسے پورا کرنے کا وعدہ کرے تب میں غور کروں گا، وہ تو گیا، اب درمیان کے لوگ گھبرائے اور بات کرنے لگے کہ کہیں یہ جیلانی میاں کو پریشان نہ کرے، بند نہ کرادے، یہ بات آپ نے سن لی، فرمایا: اس کا باپ کچھ نہیں کرا سکتا، کیسے بند کرائے گا؟ بالآخر کچھ نہیں ہوا اور وہ الیکشن میں وہاں سے ہار گیا، اُس دور میں بریلی شہر میں حضرت جیلانی میاں کے رعب و دبدبہ کا یہ حال تھا۔ ان کا انتقال ۱۹۶۴ء میں ہوا۔

جیلانی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ صاحبزادے ہوئے جن میں حضرت مولانا ریحان رضا خاں رحمانی میاں سب سے بڑے تھے، پھر حضرت تنویر رضا خاں جو مفقود الخبر ہوگئے، ان کے بعد حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں تیسرے صاحبزادے تھے، پھر مولانا قمر رضا خاں اور سب سے چھوٹے منانی میاں، گویا ان پانچوں شاہزادگان میں حضور تاج الشریعہ خیر الامور اوسطہا کی تفسیر بن کر منظر عام پر آئے۔

تاج الشریعہ مدظلہ العالی:

۱۹۴۲ء میں آپ کی ولادت ہوئی، اسماعیل رضا نام ہوا، اور یہ نام والد ابراہیم رضا کی نسبت سے پانچ بیٹوں میں انھیں کو حاصل ہوا، گویا کچھ غیبی اشارہ تھا کہ مستقبل میں بے شمار طوفان بلاخیز آئیں گے جن کے سامنے اِسی مردِ میدان کو سینہ سپر ہو کر استقامت اور صبر و رضا کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ ''محمد'' نام پر عقیقہ ہوا اور ''اختر رضا'' نام سے شہرت ہوئی۔

چار سال چار مہینہ چار دن ہوئے تو حضور مفتی اعظم ہند نے بسم اللہ خوانی کرائی، والدہ ماجدہ

نے قرآن پاک ختم کرایا، کچھ دینی تعلیم کے حصول کے بعد اسلامیہ انٹر کالج میں داخل ہوئے، جہاں انگریزی، ہندی زبانوں نیز ریاضیات اور دوسرے علوم جدیدہ حاصل کیے، پھر دارالعلوم منظر اسلام میں درس نظامی کے ساتھ ساتھ ایک عربی استاذ شیخ عبدالتواب مصری سے عربی زبان و ادب حاصل کیا، شیخ مصری نے آپ کی ذہانت سے متاثر ہوکر مفسر اعظم سے گزارش کی کہ صاحبزادے کو جامع ازہر بھیج دیں۔ چنانچہ ۱۹۶۳ء میں جامع ازہر کے کلیۃ اصول الدین میں داخل ہوئے۔ وہاں تفسیر وحدیث کے متعدد فنون کی تکمیل کی اور ۱۹۶۶ء میں ممتاز پوزیشن سے کامیابی حاصل کرنے کے بعد بریلی شریف واپس ہوئے، اِسی دوران والد کے انتقال کا صدمہ سہنا پڑا، بریلی شریف پہنچ کر دارالعلوم منظر اسلام کی مسند تدریس کو زینت بخشی، یہیں سے علمی قیادت وسیادت کی مشاقی کا آغاز ہوا، جس میں نانا جان حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی فیض رساں صحبتوں کا سب سے بڑا رول رہا۔ والد گرامی نے اپنی حیات میں ہی آپ کا رشتہ استاذِ زمن حضرت حسن میاں کی پوتی اور حضرت حسنین میاں کی صاحبزادی سے طے فرما دیا تھا، لہٰذا نومبر ۱۹۶۸ء میں نکاح کی رسم ادا کی گئی، جن سے آپ کی پانچ صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادے حضرت علامہ عسجد رضا خاں مدظلہ العالی ہوئے۔

والد کے انتقال کے بعد رحمانی میاں نے دارالعلوم منظر اسلام کی ذمہ داریاں سنبھالیں، اور آپ کو صدرالمدرسین کی حیثیت سے مقرر کیا، منظر اسلام کی تدریس برسوں جاری رہی، لیکن بعد میں جب تبلیغی ودعوتی اسفار شروع ہوگئے اور مصروفیات بہت بڑھ گئیں اور باضابطہ تدریس مشکل ہوگئی تو منظر اسلام سے سبک دوش ہوگئے، اور حسبِ فرصت قیام گاہ پر درسِ قرآن وحدیث کا سلسلہ شروع کیا، جس کا فائدہ یہ ہوا کہ منظر اسلام، مظہر اسلام اور جامعہ رضویہ تینوں اداروں کے طلبہ کو استفادہ کا موقع ملا۔

تاج الشریعہ نے فتویٰ نویسی کا کام چودہ سال کی عمر میں ہی شروع کر دیا تھا، اور اس سلسلے میں حضور مفتی اعظم ہند اور حضرت مفتی سید افضل حسین مونگیری سے استفادہ کیا، اس کے بعد حضور مفتی اعظم ہند نے دارالافتاء آپ کے حوالے کر دیا، حضور مفتی اعظم ہند کے وصال کے بعد جب

فتویٰ نویسی کا سلسلہ کافی بڑھ گیا تو آپ نے ۱۹۸۱ء میں باقاعدہ مرکزی دارالافتا قائم کیا۔

آپ نے پہلا حج ۱۹۸۳ء میں دوسرا حج ۱۹۸۵ء میں اور تیسرا حج ۱۹۸۶ء میں کیا جس میں سعودیہ حکومت نے آپ کو جیل میں رکھا جس کے بعد بین الاقوامی سطح پر احتجاج ہوا جس کے نتیجے میں رہائی عمل میں آئی، بلکہ اس کے بعد سعودی حکومت نے سابقہ ناروا سلوک کی تلافی کے لیے آپ کو ایک ماہ کا خصوصی ویزا دیا، تاکہ آپ عمرہ وزیارت کر سکیں۔

خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ ضیاء الدین احمد مدنی اور شیخ سید علوی مالکی رحمۃ اللہ علیہما نے آپ کو "تاج الشریعہ" اور "مرجع العلما" کا خطاب دیا، اور شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے ایک اجلاس میں علمائے کرام کی موجودگی میں آپ کو "قاضی القضاۃ فی الہند" کے طور پر قبول کیا گیا۔

انیس سال کی عمر میں حضور مفتی اعظم ہند نے ایک خصوصی محفل میں آپ کو تمام سلاسل کی اجازت وخلافت سے نوازا، ایک سال عرس قاسمی مارہرہ مطہرہ کے موقع پر حضور احسن العلما علیہ الرحمہ نے سلسلہ قادریہ برکاتیہ نوریہ کی اجازت وخلافت سے نوازا، یوں ہی سید العلما، برہان ملت اور ریحانی میاں علیہم الرحمہ نے بھی اپنی خلافت واجازت سے نوازا۔

وصیت اور رحلت:

ایک صوتی پیغام میں آپ کی وصیت سننے کو ملی جس میں فرما رہے ہیں کہ میں اکثر سفر میں رہتا ہوں، میرا کہیں (بریلی سے باہر) انتقال ہو جائے تو مجھے بریلی نہ لے جایا جائے، بلکہ وہیں کسی ولی کے قریب دفن کیا جائے، اور میری تدفین میں تاخیر نہ کی جائے۔ اس دور میں ایسی وصیت اللہ کے ولی اور فقیہ سے ہی متصور ہے جس میں شرعی حکم کی بجا آوری کی تلقین کی جا رہی ہے۔

۲۰ر جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ بریلی شریف میں آفتاب غروب ہونے کا وقت ہوا، موذن نے مغرب کی اذان دی، جس کے بعد علم وادب کا یہ سورج ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا، اور آفاق عالم پر تاریکی اور اداسی چھا گئی۔ پوری دنیا میں آناً فاناً خبر ہو گئی، اور جس سے ہو سکا وہ بریلی کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ حضرت کے جنازے میں شریک ہو سکے۔

حضرت کے جنازے میں اتنی بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوئے کہ اتنا بڑا مجمع لوگوں نے

دیکھا نہ ہوگا، اُس روز پورے شہر بریلی میں انسانوں کا سیلاب اُمڈ آیا تھا اور ہر طرف سر ہی سر نظر آرہے تھے، لوگ اتنی بڑی تعداد میں نمازِ جنازہ میں شریک تھے کہ اس کا شمار خدا کے سوا کسی کو نہیں معلوم۔

تاج الشریعہ کے وصال کے وقت محدث کبیر غازی پور میں تھے، خبر ملتے ہی واپس گھوسی لوٹے اور بریلی شریف جانے کی تیاری میں لگ گئے، حضرت تاج الشریعہ کے جانشین حضرت مولانا عسجد رضا صاحب مدظلہ العالی کی خواہش ہوئی کہ محدث کبیر نماز جنازہ پڑھائیں، لیکن محدث کبیر نے انھیں حکم دیا کہ آپ پڑھائیں، حضرت مولانا عسجد میاں قبلہ نے حضرت کی حیات میں ہی نماز جنازہ کی چودہ دعائیں یاد کر کے حضرت کو سنادی تھیں، اور محدث کبیر کی بھی مرضی یہی تھی اس لیے حضرت علامہ عسجد رضا خاں قبلہ نے ان تمام دعاؤں کے ساتھ تاج الشریعہ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

تاج الشریعہ ایک مرشد کی حیثیت سے:

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے دور میں ہی حضرت تاج الشریعہ کو لوگوں کو اپنے سلسلے میں بیعت کرنے کا حکم دے دیا تھا، یہ مفتی اعظم ہند کی جانشینی کا واضح اشارہ تھا، چنانچہ حضور مفتی اعظم ہند کے پردہ فرمانے کے بعد تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ساری قوم کے قبلۂ توجہات بن گئے، لوگ ان سے مرید ہونا شروع ہوئے، یہاں تک کہ چند سالوں کے بعد حال یہ تھا کہ بریلی شریف میں پیر کی حیثیت سے آپ کی شخصیت ہی متعارف تھی، شروع میں مریدوں کی تعداد شمار کی جاسکتی تھی لیکن بعد میں جب مقبولیت کا عالم یہ ہوا کہ جس جلسے میں شرکت فرماتے پورا مجمع مرید ہوجاتا، اور ایسا عموماً ہوتا رہتا پھر تو مریدوں کا شمار ناممکن ہوگیا، ہندوستان کا کوئی خطہ نہیں جہاں حضور تاج الشریعہ کے مرید نہ ہوں، بلکہ جب عالمی اسفار شروع ہوئے تو بیعت وارادت کا سلسلہ ساری سرحدیں توڑ کر شرق وغرب تک پھیل گیا، اور ہر جگہ تاج الشریعہ کے مریدین کا جلوہ نظر آنے لگا۔ آج کل دنیا میں خانقاہی سجادگان اور پیرانِ عظام کی کمی نہیں، ان میں بڑے بڑے بزرگ صفت مرشدانِ ارادت بھی ہیں، لیکن جو بات تاج الشریعہ کو اُن تمام سے ممتاز

کرتی ہے وہ عوام کے ساتھ ساتھ علمائے کرام کی اُن سے ارادت ہے۔علمائے کرام اور طالبانِ علم شاید ہی اتنی کثرت سے کسی مرشد سے بیعت ہوں جتنی کثرت سے حضور تاج الشریعہ سے بیعت ہیں۔آپ جب جامع از ہر مصر پہنچے تو وہاں لوگوں کو اُس وقت حیرت ہوئی جب وہاں کے طلبہ اور ریسرچ اکالرس میں نوے کے قریب حضرت کے مرید نکلے۔

غرضیکہ تاج الشریعہ کی شخصیت وہ ہے کہ عرب وعجم اور شرق وغرب ہر طرف ان کی مقبولیت کا سورج چمکتا رہا، ہر طرف لوگ اُن کی روشنی سے مستنیر ہوتے رہے، یہ اِس عہد میں آپ کی وہ خصوصیت ہے جس کی بنا پر آپ بہت سارے مشائخ سے ممتاز تھے۔ایک اندازے کے مطابق آپ کے مریدین کی تعداد ایک کروڑ سے متجاوز ہے،اور صحیح تعداد اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

شرافت ونجابت:

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ امام احمد رضا قدس سرہ کے سلالۂ پاک سے تھے،اور آپ کا خمیر حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند کے خون سے تیار ہوا تھا، اس لیے نجابت وشرافت رگ وپے میں بسی بسائی تھی، گفتگو فرماتے تو شرافت ٹپکتی تھی، اور معاملات میں معیار سے نیچے نہ آتے تھے،فروعی مسائل میں آپ نے ایک سے زائد معاصرین سے اختلاف کیا اور رد بھی کیا،لیکن کبھی نجابت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا، اِس وقت اِس معاشرے میں کوئی علمی اختلاف چند مراحل میں کس طرح ذاتیات کی سرحد میں داخل ہو کر بڑی آسانی سے گالی گلوج کی حد تک پہنچ جاتا ہے،لیکن ہم نے نہ سنا نہ دیکھا کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنے کسی علمی حریف کو برے الفاظ سے یاد کیا ہو، گندے جملے استعمال کیے ہوں، ذاتیات پر کیچڑ اچھالی ہو۔ایک زمانے میں ایک مرادآبادی حریف نے گالیوں سے بھری تحریریں آپ کے خلاف شائع کیں، پمفلٹ تقسیم کرائے،لیکن حضرت ”جوابِ جاہلاں باشد خموشی“ پر کاربند رہے۔کچھ ایسے عناصر بھی ہیں جنھوں نے خود اپنی طرف سے کسی تنظیم یا فرد کے خلاف معاندانہ تحریر تیار کی اور اسے حضرت کی طرف کسی جہت سے منسوب کر دیا، اس کو مخالفین حضرت کی تحریر سمجھ کر برا بھلا کہنے لگے،لیکن حضرت نے ان سب چیزوں کا کوئی نوٹس نہ لیا، ضرورت پڑی تو وضاحت کر دی ورنہ اپنے علمی کاموں میں مصروف رہے۔

بلکہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت کی مقبولیت دیکھ کر کچھ اہل ثروت بصد اصرار حضرت کی میزبانی کا شرف حاصل کرتے ، پھر علما ملاقات کے لیے آتے تو ملنے کا موقع نہ دیا جاتا، ایسے لوگ حضرت کی شرافت ونجابت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت سارے عقیدت مندوں کی زیارت وملاقات میں رکاوٹ بن جاتے ،حضرت کو اندر کسی طرح خبر مل جاتی تو پھر حکم فرماتے اور اندر بلالیا جاتا۔

حضرت دنیاوی معاملات میں جس قدر بھی شرافت کا مظاہرہ فرماتے لیکن دینی امور میں شرافت کا معیار دوسرا تھا، اس سلسلے میں کسی کی رعایت نہ کرتے ،لیکن زبان وبیان کو اپنے معیار پر باقی رکھتے ، چنانچہ حضرت کی کتابِ زندگی میں اصولی اور فروعی خلافیات کا ایک وسیع باب ہے، جس کو شروع سے آخر تک مطالعہ کر جائیں کہیں آپ کو گندے جملے، الزامات واتہامات، اور بازاری لب ولہجہ کی کوئی سطر نظر نہ آئے گی، اور پورا بیان علمی وتحقیقی اسلوب میں شرافت ونجابت کا اعلیٰ نمونہ نظر آئے گا۔

حق گوئی وبے باکی:

اس شرافت ونجابت کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کے سامنے کوئی غلط بات کہہ دے اور آپ خاموش رہیں، نہیں، بلکہ ذرا سی ناحق بات پر گرفت فرما لیتے ۔کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر شریف کو کالی کملی کہہ دیا، بھری محفل میں آپ نے فرمایا: ’’نوری چادر‘‘ کہو، اس بات کو یار لوگوں نے اتنا طول دیا کہ کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

حق بات کہنے میں خلوت وجلوت کا فرق نہ کرتے ، بھرے مجمع میں بھی اصلاح فرمادیتے، امریکہ کے دورے میں ایک بار جمعہ کے خطبے کے لیے منبر پر آئے تو دیکھا کہ نمازیوں نے عام طور پر اپنی شرٹ کو پینٹ میں گھریسا ہوا ہے، منبر شریف پر کھڑے ہو کر اس پر عام تنبیہ فرمادی۔کوئی فرد تنظیم یا تحریک شرعی مسائل میں توسعات اور تساہل سے کام لیتی تو حسب ضرورت علی الاعلان نکیر فرماتے، اور تغافل سے بالکل کام نہ لیتے۔

حضرت کے جذبۂ حق وصداقت نے کسی فرد یا تحریک کی دینی خدمات کے پیشِ نظر اصولیات میں ان کی سہل پسندی کو کبھی قبول نہ کیا۔اسی طرح اصول میں تصلب اختیار کرنے کے

بعد فروعی مسائل میں جس کا جو چاہے کہے یا کرے اس رجحان کو بھی حضرت نے ہری جھنڈی نہ دکھائی، بلکہ اصول وفروع دونوں کو اہمیت دیتے تھے۔

ایک بار ممبئی کے ایک جلسے میں جس میں حضرت مہمان خصوصی تھے اور ابھی اسٹیج پر نہ آئے تھے شروع میں ہی کسی متشدد نے الجامعۃ الاشرفیہ کے خلاف چند جملے کہتے ہوئے اعلان کر دیا کہ اشرفیہ کو چندہ دینا جائز نہیں، وہ صاحب کہنے کو تو کہہ کر چلے گئے اور یہ الزام حضرت کے سر دھر دیا گیا، حضرت کو جب معلوم ہوا تو دوسرے دن کے جلسے میں آپ نے دس منٹ تک اس کا رد کیا، اور اہل سنت کے تمام مدارس اور اداروں کو مالی تعاون دینے کی تلقین فرمائی، یہ حضرت کی حق بیانی کا بین ثبوت ہے۔

حضرت کے کچھ ناقدین کہتے ہیں کہ آپ احقاقِ حق کا فریضہ صرف داخلی معاملات میں انجام دیتے ہیں اور اپنوں پر حکم اور فتویٰ لگاتے ہیں، جب غیروں سے معاملہ پڑتا ہے تو خاموشی اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں کو بھی اچھی طرح معلوم ہوگا کہ جب یوگی آدتیہ ناتھ نے اتر پردیش کی وزارت عظمیٰ کی کرسی پر بیٹھنے کے بعد تمام مدارس پر یوم آزادی کی تقریب میں ''جن گن من'' کا گانا لازم کر دیا تھا اس وقت حضرت کی موجودگی میں آپ کے ولی عہد حضرت مولانا عسجد رضا خاں قبلہ نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور پوری توانائی سے احتجاج کرتے ہوئے تمام مدارس کو اس پر عمل نہ کرنے کو کہا تھا، جس کے سبب آپ کے خلاف معاملہ کورٹ تک جا پہنچا، یہ ظالم حکومت کے خلاف کلمۂ حق بلند کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

مذہب ومسلک پر استقامت:

کفار ومشرکین سے دور ونفور رہنا شریعت اسلامیہ کا حکم ہے، ان سے وِداد واِتحاد حرام ہے، اِسی طرح بد مذہبوں سے بھی میل جول اور موالات جائز نہیں، اِس مسئلے پر قرآن کریم کی آیات بینات اور احادیث طیبہ شاہد عدل ہیں۔ اِس شرعی حکم پر کما حقہ عمل دور اخیر میں خانوادۂ رضویہ میں جو ملتا ہے وہ کہیں اور نہیں ملتا، بلکہ دورِ اخیر میں یہ مسئلہ بریلی اور تاج الشریعہ کا علامتی نشان بن گیا۔ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے اپنے دور میں تحریکِ ندوہ اور تحریکِ خلافت کی مخالفت

پورے شدومد سے کی، کتابیں لکھیں، پرچے تقسیم کرائے، مسلم عوام کو اس قسم کے وِداد واتحاد سے بچانے کی پوری تحریک چلائی، اوراس زوروشور کے ساتھ چلائی کہ وہابیوں دیوبندیوں نے ان پر انگریز نوازی کا الزام لگادیا، مگر انگریزوں سے جس قدر وہ متنفر تھے یہ جگ ظاہر ہے، لیکن انگریزوں سے نجات کے لیے ہندوؤں سے الفت ومحبت کا رشتہ جوڑ لینا، اور وہابیہ روافض، نیچریوں وغیرہ بدمذہبوں سے دوستی گانٹھنا ہرگز دینداری اور دیانت نہیں۔ یہی پیغام امام احمد رضا کا تھا، اوراسی کو لے کر حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند پورے ہندوستان میں گئے، اوراس کے خلاف جولوگ آئے ان کی تفہیم کی، تلقین کی، اورضرورت پڑی تو مناظرے کیے۔ اس سلسلے میں حجۃ الاسلام اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے درمیان لکھنؤ کی ملاقات کا واقعہ مشہور ہے۔ پھر یہی مشن لے کر تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری میدان میں آئے، اور پوری زندگی خود تمام مذاہبِ باطلہ سے دورونفور رہے اور سب کو دورونفور رہنے کی تلقین کرتے رہے، اس معاملے میں کسی مداہنت یا تساہل سے کام نہ لیتے، بلکہ کسی کو بدمذہبوں سے میل جول اور اتحاد واشتراک کرتے دیکھتے تو اولاً تنبیہ وتلقین کرتے، اورنہ ماننے پر ایسے لوگوں سے بھی دور رہنے کا حکم دیتے، حتی کہ کچھ اپنے لوگ آپ کے مخالف ہوگئے، کچھ نے آپ پر مذہب میں تشدد وتعصب کا الزام دیا، لیکن حضرت نے دینی معاملے میں کسی کی پرواہ نہ کی۔ اوراللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر عمل جاری رکھا۔

ہندوستان میں دورِ اخیر میں ایسی کوششیں شروع کی گئیں کہ حکومت ہند سے اپنے حقوق کے حصول کے لیے مسلمان بلاتفریق مذہب وملت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوجائیں۔ مشترکہ تنظیمیں بنائی جانے لگیں، مشترکہ جلسے ہونے لگے۔ ایسے جلسوں میں ہمارے خطبا اور مقررین شرکت کرنے لگے جومختلف مسالک ومذاہب کے لوگوں پر مشتمل ہوتی، ایسے موقع پر حضور تاج الشریعہ اوران سے وابستہ علمانے آواز اٹھائی، ان مجلسوں کا رد کیا۔ بجائے اس کے کہ اصلاح کی اِس دعوت کو قبول کیا جاتا اپنے عمل کے دفاع میں لٹریچر تیار کرکے پورے ملک میں پھیلایا جانے لگا، نتیجۃً دونوں طرف سے تقریروں اور تحریروں کا تبادلہ ہوا اور امت میں انتشار کی کیفیت پیدا ہوئی،

عجیب بات یہ ہے کہ اس انتشار کا سبب حضرت تاج الشریعہ اور ان کے اعوان وانصار کو قرار دیا گیا، حالانکہ کسی مسئلے کو لے کر جو انتشار ہوتا ہے ہمیشہ اس کا سبب وہ ہوتا ہے جو نئی راہ نکالے اور اکابر کے موقف اور نظریات سے اختلاف کو فروغ دینے کی کوشش کرے۔ اس کی کئی مثالیں گزشتہ دس پندرہ سالوں میں دیکھنے کو ملیں جن کے سبب برصغیر کے اہل سنت و جماعت کا اتحاد متاثر ہوا ہے، اور شیرازہ بکھرا ہے، لیکن حضرت نے اپنے اعوان وانصار کے ساتھ دینی معاملات میں قرآن وحدیث کے اصل حکم پر جمے رہنے کو ترجیح دی، اور اللہ ورسول کے حکم کو ہی نقطۂ اتحاد و مرکزیت قرار دیا۔

غرض کہ تاج الشریعہ نے مذہب ومسلک کے معاملے میں کوئی سمجھوتہ نہ کیا۔ آپ اس معاملے میں قرآن وحدیث کے حکم پر عمل کرنے کا عزم رکھتے تھے، اس لیے حالات نے بھی یاوری کی اور کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ کو بدمذہبوں کے ساتھ میل جول کرنا پڑا ہو، حضرت نے ایک موقع پر راقم الحروف سے فرمایا کہ جامع ازہر میں قیام کے دوران بھی میرا کوئی استاذ بدمذہب نہ تھا۔

مسائل شرعیہ پر استقامت:

جس ماحول میں تاج الشریعہ نے آنکھیں کھولی تھیں اس میں شریعت آپ کی فطرتِ ثانیہ بن گئی تھی، پھر آپ نے اپنے مقربین کو اپنی زندگی شریعت کی سانچے میں ڈھالنے کا ہنر دیا۔ مسائل شرعیہ کو فروعی فروعی کہہ کر ان کی اہمیت کو کم کرنا برا سمجھتے تھے، ان کا قول فقہائے کرام کے مفتیٰ بہ اقوال کا عکس جمیل ہوتا، اور ہمیشہ مذہبِ حنفی کا راجح قول اختیار کرتے، اور آپ کا عمل آپ کے قول کی تصدیق کرتا، تمام امور میں فقہ حنفی کے مسائل اور اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ پر عمل کرتے تھے۔ جن لوگوں نے چند مسائل میں آسانی کے لیے نئی راہیں نکالیں ان کو لگتا تھا کہ حضرت تاج الشریعہ بس انھیں چند مسائل کے مبلغ اور داعی ہیں، حالانکہ تاج الشریعہ فقہ حنفی کے تمام مسائل پر عمل پیرا تھے۔

سفر حضر ہر حالت میں نماز کی پابندی فرماتے تھے، اور ٹرین سے سفر کرتے ہوئے بھی نمازیں قضا نہ کرتے، بلکہ ٹرین سے اتر کر پلیٹ فارم پر نماز ادا کرتے، چونکہ آپ خود ہر شرعی معاملے میں حساس تھے اور مسائل کو نظر انداز نہ کرتے تھے اس لیے آپ کے حلقہ نشیں عوام وخواص

میں ان مسائل پر عمل صاف نظر آئے گا، حلقہ نشینانِ تاج الشریعہ میں چین کی گھڑی پہننے کی روایت نہ ملے گی، ان کی موجودگی میں لاؤڈ اسپیکر پر نماز نہ ہوگی، کوئی ٹائی لگائے نہ ملے گا، فوٹو تصویر اور کیمرے کا نام ونشان نہ ہوگا، ان کے مقربین داڑھی کی تراش خراش سے بچتے نظر آئیں گے، غرضیکہ اگر میں یہ کہوں تو ہرگز مبالغہ نہ ہوگا کہ اس دور میں کرۂ ارض پر محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر مکمل عمل کرنے والوں کی کوئی جماعت نظر آئے گی تو وہ حضور تاج الشریعہ کی جماعت ہوگی۔ حاصل یہ کہ تاج الشریعہ نے شریعتِ حقہ پر عمل کرنے کا جو جذبہ اپنے وابستگان میں پیدا کیا وہ بے نظیر ہے، اور اس کا اجر اُن کے نامۂ اعمال میں قیامت تک لکھا جاتا رہے گا۔ آج جب کہ تاج الشریعہ ہماری نگاہوں سے پردہ فرما چکے ہیں ان کے ناقدین بھی ان کے تقویٰ اور عزیمت پر عمل کی گواہی دیتے نظر آتے ہیں۔

خانوادۂ رضا اور خانوادۂ صدر الشریعہ

صدر الشریعہ بارگاہ اعلیٰ حضرت میں:

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی بارگاہ سے جب وابستہ ہوئے پھر انھیں کے ہوکر رہ گئے، اپنا سارا وقت اور تمام تر فکری توانائیاں امام احمد رضا قدس سرہ کے مشن کے لیے وقف کر دیں، جس کا بین ثبوت ترجمہ قرآن کنز الایمان اور بریلی شریف کے مطبع اہل سنت کا انتظام وانصرام ہے۔ صدر الشریعہ اعلیٰ حضرت سے اتنے قریب تھے کہ تمام حلقہ نشینانِ امام احمد رضا میں ان کے واحد وکیل بالبیعۃ تھے، اور اعلیٰ حضرت بھی ان پر سب سے زیادہ اعتماد کرتے تھے، اعلیٰ حضرت کے زمانے میں جب صدر الشریعہ علیہ الرحمہ حج بیت اللہ شریف کے لیے گئے تو وہاں سے اعلیٰ حضرت کو خط لکھا جس میں کچھ تصانیفِ رضا خصوصاً شمائم العنبر پر علمائے حرمین سے تقریظات لینے کی کوششوں کا ذکر تھا، اُس خط میں صدر الشریعہ نے مناسک حج کے فرائض وواجبات کے بعد دیگر عبادات پر اس عمل (تقریظات لینے) کو مقدم رکھنے کا ذکر کیا ہے۔ صدر الشریعہ اعلیٰ حضرت کی حیات تک انھیں کی خدمت میں رہ کر دینی خدمات انجام دیتے رہے اور ان کے مشن کا حصہ بنے رہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے وصایا شریف میں اپنی نماز جنازہ

پڑھانے کی وصیت اپنے بڑے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام کو بایں شرط کی کہ نماز جنازہ کی چودہ دعائیں جو اپنے رسالے میں لکھ دی تھیں وہ یاد ہوں ، اور یاد نہ ہوں تو صدرالشریعہ نماز جنازہ پڑھائیں، صدرالشریعہ کے لیے اعلیٰ حضرت نے ان دعاؤں کے یاد ہونے کی شرط نہ لگائی۔ اعلیٰ حضرت نے وصیت نامہ دوبار لکھوایا، پہلا وصیت نامہ صدرالشریعہ نے ہی املا کیا تھا، اور دونوں وصیتوں میں صدرالشریعہ کے متعلق غسل میں شریک ہونے اور نمازِ جنازہ پڑھانے کے متعلق درج تھا۔

ہم نے محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی سے سنا، آپ نے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے حوالے سے بیان کیا کہ اعلیٰ حضرت کے انتقال کے وقت حجۃ الاسلام دل و دماغ کے اعتبار سے حد درجہ متاثر تھے، اس لیے انھوں نے وہ دعائیں صدرالشریعہ کے حوالے کردیں، صدرالشریعہ نے ان دعاؤں پر ایک نظر ڈالی پھر نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ بات حضور صدرالشریعہ نے حضور حافظ ملت کو جوانی میں اپنی قوتِ حافظہ کا ذکر کرتے ہوئے بتائی تھی۔ جس حجرے میں اعلیٰ حضرت کا مزار شریف ہے اسی میں پہلے مطبع اہل سنت قائم تھا، صدرالشریعہ فرماتے ہیں کہ عین اس مقام پر جہاں اعلیٰ حضرت کی قبر شریف ہے وہیں میری نشست گاہ تھی جہاں میں پریس کے کام انجام دیتا تھا۔

حجۃ الاسلام و مفتی اعظم ہند اور صدرالشریعہ:

اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد صدرالشریعہ اجمیر شریف چلے گئے، ایک عرصے بعد دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں صدرالشریعہ کے لیے حالات ناساز گار ہوگئے تو حضرت حجۃ الاسلام اجمیر شریف پہنچے اور انتظامیہ سے کہا کہ میں صدرالشریعہ کو لینے آیا ہوں، اور لے کر بریلی شریف آ گئے۔ مفسر اعظم حضرت جیلانی میاں کے داماد اور تاج الشریعہ کے بہنوئی حضرت شوکت میاں بیان کرتے تھے کہ صدرالشریعہ جب کبھی بریلی شریف آتے تو حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند دونوں شاہزادگان ان کو لینے بریلی ریلوے اسٹیشن جاتے اور بگھی پر بیٹھا کر صدرالشریعہ کو اس شان سے لاتے کہ ایک طرف حجۃ الاسلام اور دوسری طرف مفتی اعظم ہند

بیٹھتے، اور درمیان میں صدر الشریعہ کو بیٹھاتے۔ حضور مفتی اعظم ہند نے حضور حجۃ الاسلام کے وصال کے بعد صدر الشریعہ کو اعلیٰ حضرت کا جانشین بنایا، اور جب پہلے حج کے لیے حضور مفتی اعظم ہند روانہ ہونے لگے تو لکھ کر گئے کہ صدر الشریعہ کو میں اپنی جگہ دے کر جا رہا ہوں اعلیٰ حضرت کا عرس یہ کریں گے۔ یہ ساری باتیں جیلانی میاں کے داماد حضرت شوکت میاں سے منقول ہیں۔

(ملخصاً ماہنامہ پیغام شریعت صفحہ ۱۴ شمارہ اگست ۲۰۱۷)

مفسر اعظم ہند اور صدر الشریعہ:

صدر الشریعہ تاج الشریعہ کے والد گرامی حضرت مفسر اعظم علامہ ابراہیم رضا عرف جیلانی میاں کے استاذِ خاص اور مربی تھے۔ اس کا تذکرہ حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ کے داماد حضرت شوکت میاں کرتے تھے، انھوں نے بتایا کہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ جیلانی میاں کو اور خاندان کے دیگر صاحبزادگان کو پوری توجہ اور اہتمام سے پڑھاتے تھے، ایک صاحب نے ایک دن صدر الشریعہ سے کہا: حضرت! ان بچوں کو آپ پڑھا کے قابل کیسے دے رہے ہیں، تو پڑھ کے یہ آپ کو کچھ نہیں سمجھیں گے۔ اس پر صدر الشریعہ نے فرمایا: مولانا! یہ میرے پیر کی اولاد ہیں، اس سے بڑھ کر کیا اعزاز ہوگا کہ میرے پیر کی اولاد کو میری معرفت علم حاصل ہو، مجھے بڑی خوشی ہوگی۔

(ماہنامہ پیغام شریعت صفحہ ۱۴ شمارہ اگست ۲۰۱۷ء)

اسی تلمذ کے سبب مفسر اعظم حضرت جیلانی میاں حضرت صدر الشریعہ کا بہت احترام کرتے تھے، شوکت میاں اس کا ایک چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ صدر الشریعہ دوسرے سفر حج کے لیے روانہ ہوئے تو بریلی آئے، رات ہو چکی تھی اور صدر الشریعہ کی بینائی بھی کمزور تھی، صدر الشریعہ کا طریقہ تھا کہ جب بریلی شریف آتے تو پہلے مسجد میں آکر وضو کرتے پھر اعلیٰ حضرت کے مزار پر فاتحہ پڑھتے، پھر جہاں جانا ہوتا جاتے۔ چنانچہ صدر الشریعہ مسجد میں وضو کر کے کھڑے ہوئے تھے کہ جیلانی میاں کو ان کی آمد کے بارے میں پتہ چلا، بولے: مجھے پتہ نہ چلا ورنہ میں بھی اسٹیشن لینے جاتا۔ جیلانی میاں صاحب گھر سے نکل کر مسجد پہنچے، سلام کیا اور صدر الشریعہ کی قدم بوسی کی، صدر الشریعہ نے پوچھا: کون؟ آپ نے کہا: حضور! میں جیلانی ہوں، بس پھر تو بہت چمٹایا۔

(ماہنامہ پیغام شریعت صفحہ ۱۵ شمارہ اگست ۲۰۱۷ء)

تاج الشریعہ اور صدر الشریعہ:

تاج الشریعہ نے بچپن سے ہی اپنے گھر کے بزرگوں سے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے متعلق سنا ہوگا، اور تعلیماتِ رضا کی اشاعت سے متعلق ان کی خدمات سے خوب واقف تھے، اس وجہ سے حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے نیاز مندانہ عقیدت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی موقع ملتا عرس امجدی میں شرکت کرتے۔ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے لیے کئی وجوہ سے اہمیت رکھتی تھی، پہلی یہ کہ صدر الشریعہ تاج الشریعہ کے جد اعلیٰ امام احمد رضا قدس سرہ کے معتمد خاص اور ماذون ومجاز تھے۔ دوسری وجہ یہ کہ صدر الشریعہ' تاج الشریعہ کے معتمد خاص حضرت محدث کبیر مدظلہ العالی کے والد بزرگوار ہیں۔ تیسری یہ کہ صدر الشریعہ تاج الشریعہ کے والد گرامی حضرت مفسر اعظم علامہ ابراہیم رضا عرف جیلانی میاں کے استاذِ خاص اور مربی تھے، جس کا ذکر اوپر گزرا۔

صدر الشریعہ سے عقیدت ہی کے سبب ہم نے دیکھا کہ حضور مفتی اعظم ہند کے بعد خانوادۂ اعلیٰ حضرت میں سب سے زیادہ تاج الشریعہ قادری منزل (گھوسی) آتے تھے، اور عرسِ امجدی میں شرکت کی کوشش کرتے تھے، اور جب آتے تو عرس کے اجلاس میں تقریر یا دعا کرتے، ایک بار عرس امجدی میں تقریر کرتے ہوئے نہایت پرزور انداز میں فرمانے لگے: حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کل بھی فقیہ اعظم ہند تھے آج بھی فقیہ اعظم ہند ہیں اور کل بھی فقیہ اعظم ہند رہیں گے۔

ہم نے محسوس کیا کہ تاج الشریعہ خاندانِ صدر الشریعہ کے تمام افراد سے محبت فرماتے تھے، اور خاندان کا کوئی فرد بریلی شریف حاضری دیتا اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا تو باں ہجومِ مشاغل واژدحامِ زائرین' خصوصی توجہ فرماتے، اپنے قریب بیٹھاتے، گھر سے کھانے کا انتظام کرواتے۔ یہی وجہ ہے کہ شاہزادۂ صدر الشریعہ مفتی بہاء المصطفیٰ قادری جو طویل عرصہ سے بریلی شریف میں قیام رکھتے ہیں اور ایک عرصہ تک دار العلوم منظر اسلام میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، جب وہاں سے ریٹائر ہوئے تو تاج الشریعہ نے انھیں جامعۃ الرضا میں تدریسی سلسلہ جاری رکھنے کے لیے رکھ لیا، اور ان کے متعلق خصوصی انتظام کا حکم دیا مثلاً گھر سے جامعۃ

الرضا آنے جانے کے لیے گاڑی کا انتظام کروایا جو ہر روز لانا لے جانا کرتی، مدرسہ کے اوقات اور ایام کی پابندی کے متعلق پوری اجازت دی کہ اپنی سہولت سے تدریسی سلسلہ جاری رکھیں، یعنی وہ ساری سہولتیں جو ایک انتظامیہ کے تحت کام کرنے والے مدرس کے تصور میں بھی نہیں ہوتیں انھیں فراہم کرائیں۔ میرے والدگرامی حضرت علامہ فداء المصطفیٰ صاحب اطال اللہ ظلہ علینا جب بریلی شریف جاتے اور تاج الشریعہ سے ملتے تو ان پر بھی وہی نوازشات فرماتے تھے، بلکہ رخصت ہوتے وقت میرے والد کو نذرانہ بھی دیا کرتے تھے، ایک بار یوں ہی واپسی ہوگئی تو گھوسی نذرانہ بھجوایا۔

یہ سب خاندانِ اعلیٰ حضرت سے خاندانِ صدرالشریعہ کی دیرینہ وابستگی کا نتیجہ تھا۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان بذات خود قادری منزل گھوسی تشریف لاتے رہتے، ان کی تشریف آوری پر دادی جان علیہا الرحمہ ان کی ضیافت کا جو خصوصی اہتمام کرتی تھیں اس کا تذکرہ گھر میں ہوتا رہتا ہے، ہمارے خاندان کے سارے افراد حضور مفتی اعظم ہند سے بیعت ہوتے رہے، ان کے پردہ فرمانے کے بعد خاندان کے افراد حضور تاج الشریعہ سے بیعت ہوئے، اور نئی نسل میں سب کے سب حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے ہی بیعت ہیں۔

اِدھر چند سالوں سے حضور تاج الشریعہ علالت کے سبب عرس امجدی میں شرکت نہ کر سکے تو حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے معتقدین اور زائرین کے لیے صوتی پیغام ریکارڈ کروا کے سوشل میڈیا پر ڈلوا دیتے۔ بلکہ ایک سال عرس امجدی کے موقع پر ایک منظوم پیغام لکھ کر بھیجا جس میں منقبتی اشعار کا انداز بڑا منفرد رہا، یہ کلام جب سوشل میڈیا پر آیا تو دنیا میں جہاں کہیں عرس امجدی کا اہتمام ہوا اس کلام کو پڑھنے والوں نے اچھی آواز اور انداز میں پڑھا، اور یہ کلام پوری دنیا میں آناً فاناً مقبول ہوگیا۔ راقم الحروف نے ۱۹۹۵ء میں عرسِ صدرالشریعہ کے موقع پر باقاعدہ منقبتی طرحی مشاعرے کا آغاز کیا تھا، اور ۲۰۰۲ء تک پابندی سے اس کا اہتمام کرتا رہا، یہاں تک کہ ۲۰۰۳ء میں امریکہ چلا آیا، ان مشاعروں میں سیکڑوں منقبتیں منظر عام پر آئیں، اور عرس امجدی کے جلسے میں بھی ہمیشہ شعرا منقبت پیش کرتے رہے، مگر اُن تمام مناقب میں اتنی مقبولیت شاید کسی منقبت کو

حاصل نہ ہوئی ہوگی جو کلام تاج الشریعہ کو حاصل ہوئی۔ ذیل میں ہم تاج الشریعہ کی وہ منقبت درج کرتے ہیں:

منقبت صدر الشریعہ از تاج الشریعہ

☆☆☆

عرسِ امجد علی میں چلے آیئے
مجدِ امجد کی سوغات لے جایئے

کس قدر پر کشش ہے یہ رضوی سماں　　جلوہ فرما ہیں کیا اعلیٰ حضرت یہاں

عرس امجد علی میں چلے آیئے
مجد امجد کی سوغات لے جایئے

بزم صدر الشریعہ کی ہے دل کشی　　بے خودی دے گئی اور خودی لے گئی

عرس امجد علی میں چلے آیئے
مجد امجد کی سوغات لے جایئے

بے خودی میں ہوئے دہر سے بے خبر　　بے خودی اپنی ہے دین میں معتبر

عرس امجد علی میں چلے آیئے
مجد امجد کی سوغات لے جایئے

نظم میری وہاں گنگنائی گئی　　میں بھی حاضر ہوں یوں غائبانہ سہی

عرس امجد علی میں چلے آیئے
مجد امجد کی سوغات لے جایئے

تم کو امجد رضا سے ملا مے کدہ　　ایک عالم ہوا بادہ خوارِ رضا

عرس امجد علی میں چلے آیئے
مجد امجد کی سوغات لے جایئے

رند تیرے دعا گو رہیں گے سدا　　جام و پیمانہ بھردے میرا ساقیا

عرس امجد علی میں چلے آیئے
مجد امجد کی سوغات لے جایئے
اپنے اختر پہ بھی ہو کرم کی نظر　　اس کے دامن میں بھی ڈالیے کچھ گہر
عرس امجد علی میں چلے آیئے
مجد امجد کی سوغات لے جایئے

مصطفیٰ کی ضیاء شمع امجد علی　　پُر ضیا ہو سدا شمع امجد علی
شمع امجد علی سے ہے محفل سجی　　انجمن ہے رضا کی خود امجد علی
شمع امجد سے لو جب رضا کی ملی　　انجمن انجمن سے بہم ہوگئی
یک زباں ہو کے کہتی ہے یہ انجمن　　خود پھولے پھلے یہ رضا کا چمن
مسلک اعلیٰ حضرت سلامت رہے　　خیر سے سنیوں کی جماعت رہے
عرس امجد علی میں چلے آیئے
مجد امجد کی سوغات لے جایئے

تاج الشریعہ اور محدث کبیر:

حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی مدظلہ العالی اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے آپسی تعلقات کیسے تھے یہ جگ ظاہر ہے، کوئی بھی اس کو بتا سکتا ہے، جب محدث کبیر مدظلہ العالی نے جامعہ امجدیہ رضویہ قائم کیا تھا تو اس کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے حضور تاج الشریعہ کو مدعو کیا تھا اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنے ہاتھوں سے ۲/ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۱/اگست ۱۹۸۲ء کو اس کا خشت اولین رکھا، میرے ہوش میں تاج الشریعہ کی گھوسی میں یہ پہلی آمد تھی، اور پھر تین سال کے بعد ۲۱/جولائی ۱۹۸۵ء مطابق ۳/ذوالقعدہ ۱۴۰۵ھ کو تعلیم کا آغاز ہوا۔ اس جشن افتتاح کے موقع پر بھی حضور تاج الشریعہ تشریف لائے، مجھے کچھ یاد آتا ہے کہ آپ نے عربی میں تقریر فرمائی تھی، اس زمانے میں حضرت کی عربی تقریر کا بڑا اشہرہ تھا، اس کے

بعد حضور تاج الشریعہ عرس امجدی کے موقع پر بارہا گھوسی تشریف لائے، اور آخری بار گھوسی میں آمد حضور محدث کبیر مدظلہ العالی کی ہی دعوت پر آپ کے صاحبزادے مولانا ابو یوسف محمد صاحب ازہری کی تقریبِ نکاح کے موقع پر ہوئی تھی، حضور تاج الشریعہ نے صاحبزادۂ محدث کبیر کا نکاح پڑھایا۔

حضور محدث کبیر کو تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے بہت گہرا لگاؤ ہے، اور یہی حال حضور تاج الشریعہ کا حضور محدث کبیر کے تعلق سے تھا۔ اِس بے مثال وابستگی کی بنیاد پر قوم جہاں حضور محدث کبیر کو حضور تاج الشریعہ کی زبان و ترجمان سمجھتی تھی، وہیں تاج الشریعہ کو محدث کبیر کا تاجِ کرامت تصور کرتی تھی۔

میری یادداشت کے مطابق حضور محدث کبیر مدظلہ العالی کے دورے ۱۹۹۰ء تک اندرونِ ملک تک محدود تھے، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث ہونے کے سبب تدریسی مشاغل میں بہت مصروف رہے، ۱۹۹۰ء کے بعد محدث کبیر کے بیرونی ممالک کے دورے شروع ہوئے تو تاج الشریعہ اور محدث کبیر کے دورے ساتھ ساتھ ہونے لگے، اس کے بعد لوگ دونوں شخصیتوں کی موجودگی سے اس قدر مانوس ہوئے کہ اندرونِ ملک اور بیرون ملک مدعو کرنے والے حضرات کی خواہش ہوتی کہ دونوں بزرگوں کی تشریف آوری ہو جائے۔ یہ سلسلہ آگے بڑھا اور ملک و بیرون ملک ایسے بے شمار جلسے ہوئے جن میں دونوں بزرگ ساتھ ساتھ ہوتے۔

محدث کبیر کی ولادت ۲؍شوال ۱۳۵۴ھ میں ہوئی جب کہ تاج الشریعہ کی ولادت ۱۴؍ذوقعدہ ۱۳۶۱ھ میں ہوئی، اس اعتبار سے محدث کبیر عمر میں تاج الشریعہ سے تقریباً سات سال بڑے تھے، مگر محدث کبیر نے ہر اعتبار سے تاج الشریعہ کو ہی بڑا سمجھا۔

ہر چند کہ حضور تاج الشریعہ حضرت محدث کبیر کا بڑا لحاظ فرماتے لیکن محدث کبیر نے ان کے ساتھ اپنے تعلقات کو عقیدت مندانہ نہج پر جاری رکھا۔ آپ تاج الشریعہ کا ایسا ادب کرتے جیسے طلبہ اپنے اساتذہ کا ادب کرتے ہیں، کبھی کبھی لگتا کہ محدث کبیر' تاج الشریعہ کی شخصیت میں حضور

مفتی اعظم ہند اور امام احمد رضا قدس اللہ سرہما کی شخصیت کے جلوے محسوس کرتے ہیں۔

حضور محدث کبیر پر حضور تاج الشریعہ کے الطاف خسروانہ بھی کم نہ تھے، آپ کی عنایات ونوازشات کی کوئی انتہا نہ تھی، ایسے بہت سے واقعات ہیں کہ محدث کبیر کے کچھ حاسدین کسی قضیہ کو لے کر ان کی شخصیت پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کرتے، تاج الشریعہ کو پتا چلا تو سخت ناراض ہوئے، اور محدث کبیر کے بارے میں ایسے لوگوں کو سخت تنبیہ فرمائی۔ تاج الشریعہ محدث کبیر کو مسلکِ اعلیٰ حضرت کا سب سے بڑا داعی قرار دیتے تھے، فقہی مسائل میں محدث کبیر پر اس قدر اعتماد فرماتے کہ اس تعلق سے کسی بحث میں الجھنے والے کو ارشاد فرماتے: ''علامہ سے بات کرو''۔

تاج الشریعہ کے وصال کے بعد حضور محدث کبیر زمبابوے کے دورے پر تھے، حضور تاج الشریعہ کے ایک مرید نے حاضر ہو کر محدث کبیر سے طالب ہونے کی درخواست کی، اس پر محدث کبیر نے فرمایا: اس کی کیا ضرورت ہے؟ جب کہ حضور تاج الشریعہ نے خود فرمادیا ہے کہ محدث کبیر کے سارے مرید میرے مرید ہیں اور میرے سارے مرید محدث کبیر کے مرید ہیں۔ محدث کبیر نے فرمایا: میں تو خود اسی سلسلے سے بیعت ہوں تو تم میرے پاس کیوں آئے ہو۔

ایک بار جب راقم الحروف امریکی صوفی اسکالر نوح حامیم کیلر کے ایک مقالے کا رد جو حضرت تاج الشریعہ نے لکھا تھا (اس کا ذکر آگے آتا ہے) اس کی تلخیص کر رہا تھا، اس دوران ایک دو مقامات ایسے آئے کہ عبارت کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی، اور بہت غور کرنے پر محسوس ہو رہا تھا کہ کچھ الفاظ لکھنے سے رہ گئے ہیں، اس کے حل کے لیے میں نے حضور محدث کبیر سے رجوع کیا، اور گزارش کی کہ لگتا ہے کچھ الفاظ نقل کرنے سے رہ گئے، اس پر محدث کبیر نے میری اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور اس اقتباس کو بنظر غائر دیکھا، دیر تک مطالعہ کرنے کے بعد اس کی تشریح فرمائی جس کو میں نے قلم بند کیا۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ فرق ہے علمی معاملات میں ہمارے بزرگوں کے طرز عمل میں اور آج کے جدید محققین کے طرز عمل میں' کہ ایک نظر ڈالی اور بات سمجھ نہ آئی تو جھٹ تغلیط کر دی۔

دونوں بزرگ اپنے عہد کے عظیم فقیہ ہیں، اور فقاہت میں ان کا پایہ بہت بلند ہے، اس کا

احساس اس وقت ہوتا ہے جب کسی فقہی مسئلے پر خوب مطالعہ کر کے ان کی بارگاہ میں حاضری دی جائے اور اس مسئلے پر گفتگو کی جائے۔ دونوں بزرگ ایک دوسرے سے علمی معاملات میں استصواب رائے بھی کرتے تھے۔ ایک بار سکندر پور بلیا میں حضور تاج الشریعہ اور حضور محدث کبیر کا پروگرام تھا، دونوں حضرات پہنچ کر اپنے اپنے حجرے میں آرام فرما رہے تھے اور دونوں بارگاہوں میں معتقدین کی بھیڑ تھی، میں تاج الشریعہ کی بارگاہ میں حاضر تھا، حضرت جہاں ہوتے لکھنے لکھانے کا سلسلہ ساتھ ساتھ رہتا تھا، تاج الشریعہ نے اپنے خادم خاص کو محدث کبیر کے پاس بھیجا کہ معلوم کرو اعلیٰ حضرت نے ابن لہیعہ کی توثیق کے متعلق کہاں لکھا ہے؟۔ اسی طرح محدث کبیر نے خود بیان فرمایا کہ چین والے سوئٹر میں نماز پڑھنے میں کراہت ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق تاج الشریعہ سے دریافت کیا اور جو انھوں نے ارشاد فرمایا اس پر اعتماد کیا۔



فقیر پر تاج الشریعہ کی نوازشات

حضرت کی موجودگی میں ہماری طالب علمانہ تقریر:

مجھے یاد ہے جامعہ اشرفیہ میں زیر تعلیم تھا جماعت خامسہ میں فلسفہ اور منطق دونوں فنون زیر درس تھے، راقم کو خارجی مطالعہ کی عادت تھی، اعلیٰ حضرت کا رسالہ ''مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید'' تو پہلے مطالعہ کر چکا تھا، اب فلسفہ پڑھ رہا تھا تو لائبریری سے ''الکلمۃ الملہمۃ فی رد الفلسفۃ القدیمۃ'' کا ایک پرانا نسخہ مل گیا، اس کے مطالعہ میں منہمک ہو گیا اور کافی محنت سے اس کا مطالعہ مکمل کیا، کچھ عرصہ بعد عرس رضوی میں بریلی شریف جانے کا اتفاق ہوا۔ اس زمانے میں حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی محفل مزار اعلیٰ حضرت کے عقب میں پرانے ازہری مہمان خانے کی چھت پر ہوا کرتی تھی، اس کے بعد ازہری مہمان خانہ جب تیار ہو گیا تو یہ پروگرام اس میں منتقل ہو گیا، میں اس محفل میں حاضر تھا، اور اس دور میں علمائے کرام اتنی بڑی تعداد میں اس محفل میں نہ ہوتے تھے، محفل شروع ہوئی تو مجھے مائک پر نعت خوانی کے لیے بلایا گیا، میں نے مائک پر آ کر نعت خوانی سے معذرت کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے متعلق کچھ کلمات کہنے کی اجازت لے کر

تقریر شروع کی، اب تک وہ نقشہ چشم تصور میں موجود ہے کہ چند فٹ کے فاصلے پر حضور تاج الشریعہ اور حضور محدث کبیر دونوں بزرگ تشریف فرماتھے اور میری تقریر سماعت کررہے تھے، اب اس محفل میں ہم نے علوم عقلیہ میں اعلیٰ حضرت کی مہارت کی چند مثالیں دینی شروع کیں، میں نے عرض کیا: فلاسفہ کہتے ہیں کہ زمانہ فلک کی مقدار حرکت کا نام ہے، اور اعلیٰ حضرت حرکت فلک کا رد فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ زمانہ بعد موہوم کو کہتے ہیں۔ تقریر ختم کی تو دونوں بزرگ بہت خوش ہوئے اور حضرت محدث کبیر نے اسی وقت تاج الشریعہ سے فقیر کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا: یہ میرا بھتیجا فیضان المصطفیٰ ہے، اور مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ میں نہیں سمجھ رہا تھا کہ فیضان اتنی اچھی تقریر کر لیتا ہے۔ فالحمد للہ رب العلمین۔

حضرت سے بیعت کی سعادت:

اس کے بعد جب حضرت ایک موقع پر گھوسی تشریف لائے تو خاندان کے جتنے افراد بیعت سے رہ گئے تھے سب نے حضرت سے بیعت کی، اسی موقع پر فقیر کو بھی حضرت سے بیعت کی سعادت حاصل ہوئی، فراغت کے بعد چند سال جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی میں تدریسی خدمات انجام دیتا رہا، اس کے بعد امریکہ روانہ ہو گیا، وہاں پانچ سال قیام رہا، اس کے بعد ۲۰۰۸ء میں جب واپسی ہوئی اور حضرت کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تو حضرت کی نوازشات کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ ہندوستان میں چار سال قیام رہا، اس دوران آپ قصیدہ بردہ شریف کی شرح فرما رہے تھے، اور دیگر علمی کام مسلسل جاری رہتے ہی تھے، جب بھی کوئی تفصیلی بیان ریکارڈ کرواتے تو فقیر کو بھی بھیجواتے، اور سن کر اپنی رائے دینے کا حکم فرماتے، ہمارا سینہ چوڑا ہو جاتا کہ حضرت اس درجہ کرم فرماتے ہیں۔

حسام الحرمین پر امریکی اسکالر کے اعتراض کا جواب:

امریکی نو مسلم اسکالر نوح حامیم کیلر کی وہ تحریر جب منظر عام پر آئی جس میں اس نے دیوبندیوں پر اعلیٰ حضرت کے فتویٰ تکفیر پر تنقید کی تھی، اس نے اس حد تک تو اعلیٰ حضرت کی حمایت کی تھی کہ علمائے دیوبند سے غلطی ہوئی ہے، لیکن چند کتب کے حوالے سے فتوائے تکفیر کا رد و ابطال

کیا تھا، یہ تحریر انگریزی زبان میں تھی جس کو یورپ وامریکہ کے آزاد ماحول میں خاصی مقبولیت مل رہی تھی اور ضرورت تھی کہ اس کا رد کیا جائے، پوری دنیا کے علمائے اہل سنت پر نظر تھی کہ کوئی اس کا جواب دے۔ بالآخر حضور تاج الشریعہ نے اس پر کام کیا اور مفصل جواب املا کروایا اور خود ہی اس کا انگلش میں ترجمہ کیا، اس کے بعد مجھے حکم ہوا کہ اردو میں تلخیص کر دوں، چنانچہ ہم نے تلخیص کر کے اسے اپنے طور پر مرتب کیا اور حضرت کی بارگاہ میں حاضر کر دیا، حضرت نے اسے ہماری طرف سے شائع کرایا۔

حضرت کے آخری حج میں صحبت:

۲۰۰۹ء میں راقم الحروف کو مع اہلیہ حج وزیارت کی سعادت حاصل ہوئی، خوشیوں کا ٹھکانہ نہ رہا جب معلوم ہوا کہ حضور تاج الشریعہ بھی حج کے لیے مکہ مکرمہ آئے ہوئے ہیں۔ نشانِ سعادت مندی سمجھتے ہوئے حضرت کی صحبت میں ارکان کی ادائیگی کی تمنا جاگی، اور زہے نصیب کہ منیٰ عرفات ومزدلفہ میں حضرت کی صحبت میں وقوف کا موقع میسر آگیا۔ میں آٹھ تاریخ کو منیٰ میں تھا، اسی دوران طوفانی بارش ہوئی جس سے جدہ میں ایک پل ٹوٹ جانے سے بڑی تباہی آئی تھی، جس میں کافی لوگ مر گئے تھے، اس وقت حضرت جدہ ہی میں قیام پذیر تھے، لیکن منیٰ جانے کا وقت ہو چکا تھا اور منیٰ میں حالات اچھے تھے، حضرت کو تشویش تھی کہ منیٰ میں سیلابی کیفیت ہو سکتی ہے، حضرت کے مصاحبین سے فون پر بات ہوئی، انھوں نے فقیر سے گزارش کی حضرت کو منیٰ کے حالات سے آگاہ کر دوں، چنانچہ حضرت سے بات ہوئی اور اس کے بعد حضرت پورے قافلے کے ساتھ منیٰ آئے، منیٰ کے خیمے میں حضرت کی نشستوں میں حاضری رہی، ایک نشست میں راقم نے حدیث پاک: ''الحج یوم تحجون والعمرة یوم تعتمرون '' کا مفہوم عرض کر کے حضرت کی رائے معلوم کرنا چاہی، خوشی ہوئی کہ جو معنی فقیر نے عرض کیے حضرت نے اس کی توثیق فرمائی۔ غالباً ۱۹۸۵ء یا ۱۹۸۶ء میں حضرت نے جو سفر حج کیا تھا اسی میں سعودی حکومت نے آپ کو گرفتار کر کے جیل میں رکھا اور ہندوستان واپس کر دیا تھا، اس پر پورے ہندوستان میں احتجاج ہوا، بلکہ سعودی حکومت پر دنیا بھر سے احتجاجی دباؤ پڑا، جس کے نتیجے میں سعودی حکومت نے

حضرت سے اپنی بندشیں ہٹالی تھیں، جس کے بعد سفر حج میں آپ کے لیے دشواری نہیں تھی، لیکن اس کے بعد ایک طویل عرصے تک حضرت حج کو نہ گئے، میرا خیال ہے کہ اس کی وجہ سعودی رویت ہلال کے نظام کی خرابی ہے، جس کی بنا پر حضرت تقریباً ہر سال رمضان شریف میں عمرے کی سعادت پر قناعت کرتے تھے۔

اِس سال (۲۰۰۹ء) بھی وہی صورت حال سامنے آئی کہ سعودی رویت ہلال کمیٹی کے اعلان کے مطابق ایک دن پہلے ہی وقوف عرفہ کرایا گیا، ایسے موقع پر حضرت اصل تاریخ پر وقوف عرفہ کے قائل تھے، چنانچہ اس بار وقوفِ عرفہ کے لیے دوسرے دن عرفات روانہ ہوئے، ساتھ میں جتنے احباب شریک تھے ان کا ایک قافلہ ہوگیا، ہم دونفر بھی ساتھ ہولیے، دوبارہ وقوفِ عرفہ کرنا کچھ مشکل نہیں تھا، لیکن واپسی پر مزدلفہ میں وقوف ایک مشکل امر ہے، کیونکہ گواُس وقت منیٰ کھچا کھچ بھرا ہوتا ہے لیکن پورا مزدلفہ خالی ہوجاتا ہے، اور شب میں تاریکی اور سناٹا چھاجاتا ہے، پورا قافلہ حضرت کی صحبت میں غروبِ آفتاب تک عرفات میں رہا، آفتاب غروب ہوتے ہی روانگی ہوئی، اور مزدلفہ کی حد میں داخل ہوکر ایک مقام پر اپنا الگ خیمہ لگادیا گیا، وہاں پوری رات قیام رہا اور کافی دیر تک تمام حاضرین حضرت سے فیض حاصل کرتے رہے، اسی مجلس میں حضرت نے بتایا کہ حضور مجاہد ملت بھی حج کے لیے آتے تو وقوفِ عرفہ صحیح تاریخ پر ادا کرتے۔ بہرکیف، حضرت کے ساتھ وقوفِ عرفہ کے ساتھ وقوفِ مزدلفہ پر بھی بحسن وخوبی عمل کی سعادت حاصل ہوگئی۔ اس کے بعد حضرت باقی ارکان ادا کرنے کے بعد جدہ روانہ ہوگئے، ہم بھی بقیہ مناسک حج سے فارغ ہونے کے بعد جدہ گئے، اور باریابی کی سعادت حاصل ہوئی، حضرت کا ناچیز پر بے پایاں کرم رہا کہ جہاں بھی تشریف فرما ہوتے اگر حاضری ہوتی تو فوراً اپنے پاس بلالیتے۔

فقہی سیمینار میں شرکت اور تاجِ خلافت:

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے سیمینار میں شرکت ہوئی، ایک سال کسی وجہ سے راقم الحروف کے نام فقہی سیمینار کا دعوت نامہ نہ آیا اور آپ کو معلوم ہوا کہ میں حاضر نہیں ہو رہا ہوں، اپنے نصیبے کی ارجمندی پر حیران رہ جاتا ہوں کہ حضرت تاج الشریعہ نے بنفس نفیس راقم الحروف کو

فون کیا اور فرمایا کہ نہ جانے کیسے دعوت نامہ رہ گیا، آپ کو ضرور آنا ہے، بس حکم آ گیا، میں نے پہلی ٹرین پکڑی اور بریلی شریف روانہ ہو گیا، اور فقہی سیمینار میں حاضر ہوئی تو حضرت کی عنایات سے ہمارے شیخ حضور محدث کبیر مدظلہ العالی نے سیمینار کی محفل میں ہی میرے نام کے ساتھ فقہی سیمینار کی چند اہم ذمہ داریوں کے حوالے سے اعلان کر دیا، اس طرح شرعی کونسل بریلی شریف کے فقہی سیمینار کے لیے سوال نامے کی ترتیب کرنے کرانے کا کام فقیر کے حصے میں آیا، جسے ہم نے اگلے تین سالوں تک بخیر وخوبی نبھانے کی کوشش کی، چنانچہ انگلینڈ ناروے وغیرہ جہاں گرمی کے مہینوں میں شفق ابیض غروب نہیں ہوتی وہاں عشا کے وقت کے مسئلے پر سوال نامہ ہماری ترتیب سے مفتیان کرام کے پاس بھیجا گیا۔ لیکن ۲۰۱۲ء میں پھر امریکہ کا سفر درپیش ہوا اور اس بار تدریسی مصروفیات نے موقع نہ دیا کہ فقہی سیمینار میں شرکت ہو سکے۔

۲۰۱۱ء کے فقہی سیمینار میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے راقم پر یہ بھی کرم نوازی فرمائی کہ علمائے کرام اور مفتیان عظام کی موجودگی میں اپنی خلافت واجازت سے نوازا، فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

تاج الشریعہ سے وابستہ کچھ اور یادیں:

ایک سال عرس رضوی کے موقع پر پالی راجستھان والوں نے اصرار کر کے راقم کو اپنے شہر میں عرس اعلیٰ حضرت کی تقریب میں مدعو کیا، جو عین عرس رضوی کی تاریخ پر رکھا گیا تھا، دو دن پہلے بریلی شریف حاضری ہوئی، بہت دنوں سے یہ بھی عجیب وغریب شوق پال رکھا تھا کہ کبھی ''اعلیٰ حضرت اکسپریس'' سے سفر کریں گے، جو بریلی شریف سے اجمیر شریف کو جاتی ہے، اس موقع پر ہم نے اسی ٹرین سے ٹکٹ بنوالیا، بارگاہ اعلیٰ حضرت میں حاضری اور فاتحہ خوانی سے فارغ ہو کر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں سلام کرنے اور اجازت لینے کے لیے حاضر ہوا، حضرت نے اس موقع پر جو کچھ فرمایا اس کا ذرا اندازہ ہوتا تو ہرگز پالی کے پروگرام کا وعدہ نہ کرتا، میں نے جب عرض کیا: حضور پالی راجستھان عرس اعلیٰ حضرت کے پروگرام میں جا رہا ہوں، اجازت دیدیں، اس پر فرمایا: ارے یہ کیسے ہو گیا؟ اچھا، آپ نے وعدہ کر لیا ہے تو جائیے، لیکن آئندہ خیال رکھیے کہ عرس کے دن صرف یہیں حاضری ہونی چاہیے، راقم کو بڑی شرمندگی ہوئی، ندامت

اور پشیمانی کے ساتھ ''پالی'' کے لیے روانہ ہوا۔

ہماری حرماں نصیبی رہی کہ امریکہ میں تدریسی مصروفیات نے آخری پانچ چھ سال حضرت کی صحبت سے دور رکھا۔ حضرت ۱۹۹۹ء سے ۲۰۰۱ء کے درمیان تین بار امریکہ کا سفر کر چکے تھے، امریکہ میں قیام کے دوران ہم نے کوشش کی کہ حضرت کا ایک بار اور دورہ ہو جائے ،لیکن حضرت کے ویزے کی مدت پوری ہو چکی تھی اور علالت و مصروفیات کے سبب دوبارہ ویزا کے انٹرویو کا اہتمام نہ ہو سکا۔اس وجہ سے بھی آخری سالوں میں صحبت کا شرف حاصل نہ ہوا۔تاہم وفات سے ایک ہفتہ قبل بذریعہ فون حاضری ہوئی ،۱۲ر جولائی ۲۰۱۸ء کی صبح فون پر مولانا عاشق حسین صاحب کشمیری سے بات ہوئی ،موصوف حضرت کی بارگاہ میں موجود تھے،انھوں نے فون قریب کر کے حضرت کو میرا سلام پیش کیا، کئی روز سے بات چیت بند ہو چکی تھی ،فقیر کا نام سنتے ہی حضرت کے دہانِ مبارک سے کچھ آواز نکلی اور حضرت نے ہاتھ اٹھا دیے ، بعد میں معلوم ہوا کہ آخری بار اشارے سے جس کا سلام و کلام حضرت نے قبول فرمایا ان میں یہ فقیر بھی شامل ہے۔

حضرت نے امریکہ کے پہلے سفر میں ہیوسٹن کی مرکزی مسجد النور میں سورۂ الم نشرح کی مختصر تفسیر بیان کی تھی جس کو مفتی محمد قمر الحسن بستوی صاحب نے ریکارڈ کر لیا تھا، اس کو حاصل کر کے ہم نے نقل کیا اور ترتیب دے کر اس کتاب میں شامل کر دیا ہے۔

☆☆☆☆☆

تاج الشریعہ کے وصال پر راقم کا اداریہ
جو ماہنامہ پیغام شریعت دہلی کے ستمبر ۲۰۱۸ء کے شمارے میں شائع ہوا۔

تاج الشریعہ کی رحلت ایک عہد کا خاتمہ

حضور تاج الشریعہ رخصت ہوئے اور ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا، بریلی کے افق سے نمودار ہونے والا عزیمت واستقامت کا سورج اپنی تابانی سے ایک عالم کو روشن کر کے بریلی کے ہی افق میں ہمیشہ کے لیے روپوش ہوگیا۔

حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا ازہری نے نومبر ۱۹۴۲ء میں اس ارض گیتی پر قدم رکھا، امام احمد رضا قدس سرہ کے آنگن میں پرورش پائی، جنھیں حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند دونوں بزرگوں کی طرف سے اعلیٰ حضرت سے نجیب الطرفین ہونے کی سعادت ملی، ماں کی گود پہلی درس گاہ اور مفتی اعظم ہند کی صحبت آخری درس گاہ بنی، اور اس درمیان درس نظامی کے لیے منظر اسلام، عصری علوم کے لیے بریلی کے کالج اور عربی علوم کے لیے جامع ازہر قاہرہ کی فضاؤں میں تربیت حاصل کی، راقم سے ایک مجلس میں خود فرمایا کہ ازہر میں میرا کوئی استاذ بدمذہب نہ تھا، یعنی مسلک ومذہب کے معیار پر زندگی گزارنے کا عزم تھا اور تائید ربانی نے قدم قدم پر دست گیری کی، علم وعمل کے دوآبے نے ایک وجود کو شریعت وطریقت کا سنگم بنادیا، پھر فیض رسانی کا سلسلہ شروع ہوا، مفتی اعظم ہند کی موجودگی میں امامت وخطابت، تدریس اور فتویٰ نویسی شروع کی ،اور جب حضور مفتی اعظم ہند ۱۹۸۱ء میں دنیا کی نگاہوں سے روپوش ہوگئے تو اپنے خاندان کی علمی وعملی وراثت سنبھالی اور اپنے بزرگوں کی جانشینی کا حق ادا کردیا۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان علم وعمل، زہد وتقویٰ اور استقامت فی الدین کے اعتبار سے دور حاضر میں بے مثل وبے مثال تھے، دنیا ان کے نام سے جاہ وجلال کا مفہوم اخذ کرتی تھی، اور ان کی اداؤں سے شرافت ونجابت کا تعارف حاصل کیا جاتا تھا، جو پندرہویں صدی ہجری میں دین کے معاملے میں عزیمت کی پہچان تھا، ان کی حیات وخدمات کے درجنوں پہلوؤں کو لوگوں

نے پہچانا اور قدر کی، اور نہ جانے کتنے گوشوں سے لوگ نابلد رہے، بارگاہِ الٰہی اور دربارِ رسالت پناہی میں ان کی مقبولیت کو ان کی رحلت کے بعد سمجھنے کی کوشش کی جارہی ہے اور کی جاتی رہے گی۔

اُن کی تحریر دیارِ ہند میں مفتیٰ بہ قول کی حیثیت رکھتی تھی، جب کسی مسئلہ پر غور وفکر کے بعد ایک رائے قائم کرتے تو وہ اس قدر نپی تلی ہوتی کہ بحث و تحقیق کے بعد لگتا کہ اس سے سرِ مو انحراف کی گنجائش نہیں۔ مفتیان کرام اپنے اپنے خطے کے مرجع خلائق ہوتے ہیں لیکن تاج الشریعہ اکابر علما اور مفتیان کرام کے مرجع رہے۔ ۲۰۰۶ء میں مفتیانِ کرام کے ایک جم غفیر نے شرعی کونسل بریلی شریف کے ایک اجلاس میں متفقہ طور پر آپ کو قاضی القضاۃ فی الہند کی حیثیت سے قبول کیا، جس کے وہ بہت پہلے سے اہل تھے، کیوں کہ آپ کی ذات ایک زمانے سے خواص وعوام کی مرجعیت میں یکتائے روزگار تھی۔ فقیر جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں اُس وقت زیرِ تعلیم تھا جب مجلس شرعی کے فقہی سیمینار کا آغاز ہوا، حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فیصل کی حیثیت سے تشریف لائے، ہم نے دیکھا کہ کسی مسئلے پر مفتیان کرام طویل بحث و تمحیص کے بعد بھی کسی نتیجے تک نہ پہنچتے تو وہ مسئلہ فیصل بورڈ کے حوالے کر دیا جاتا، جس میں تاج الشریعہ، محدث کبیر اور فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی تھے، فیصل بورڈ کی مرکزی پوزیشن حضرت تاج الشریعہ کی تھی جن کی منظوری کے بعد کوئی فیصلہ لیا جاتا، پھر جب ہمیں بریلی شریف کے فقہی سیمینار میں شرکت کا موقع ملا وہاں بھی ہم نے دیکھا کہ مفتیان کرام کی تحقیقات وابحاث کا خلاصہ حضرت کو سنایا جاتا، جب کسی مسئلے پر مشکلات درپیش ہوتیں تو حضرت کی رائے معلوم کی جاتی، بلکہ کچھ مسائل پر حضرت نے تفصیلی تحریر سے بھی نوازا۔

قبول عام کا یہ عالم کہ چند لمحوں کی صحبت کے لیے افاضل علما متمنی ہوتے، اور عامۃ الناس تو چہرۂ انور کے دیدار کے لیے ہجوم کرتے، زہے نصیب کہ اگر کسی کو دست بوسی کے لیے حضرت کا ہاتھ مل گیا، جب سے ہم نے ہوش سنبھالا حضرت کو ہجوم میں پایا، کبھی ہم نے نہ دیکھا کہ حضرت تنہا یا دو چار افراد کے ساتھ کہیں آتے جاتے ہوں، اس قدر مقبولیت کے باوجود 'تعلّی نیست' و تکبر ندارد۔ کسی زمانے میں ولولہ انگیز خطاب بھی کرتے تھے، مگر برسوں سے بیان سیدھا سادہ ''قُوْلُوْا قَوْلاً سَدِیْداً'' کی تفسیر ہوتا، جو کہنا ہوتا صاف کہہ دیتے، نہ بھاری بھرکم الفاظ کا انتخاب'

نہ گاڑھی تعبیرات کا تصنع، اور نہ آواز کی گھن گرج کی ضرورت، پھر بھی ان کی بزم میں حاضری کے لیے عوام تو عوام، فرزانے بھی دیوانے ہوئے جاتے، اور اس دوڑ میں کوئی کسی سے پیچھے نہ رہتا، خواہ وہ رضوی ہو یا اشرفی، قادری ہو یا چشتی۔ تصویر کشی اور ویڈیو گرافی سے سخت پرہیز کے باوجود پوری دنیا ان سے متعارف تھی، اور ایجنسیاں ہر سال ان کو دنیا کی مقبول ترین شخصیتوں کی فہرست میں رکھتی تھیں۔

اس غریب الدیار کو جوں ہی حضرت کی رحلت کی خبر ملی قدموں تلے زمین کھسک گئی، چند ماہ قبل اپنے تین شاگردوں کو جو امریکہ کے شہری اور سادات گھرانے سے ہیں حضرت سے مرید کرایا، انھیں طلبہ کو شرح عقائد کا درس دے رہا تھا، اسی دوران بذریعہ فون یہ روح فرسا خبر ملی، عقل و دل ونگاہ اس خبر پر یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھے، مگر دو چار ذرائع سے تحقیق حال کرنے کے بعد یقین کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ حضور تاج الشریعہ کی رحلت ہوش وحواس پر بجلی بن کر گری، ایک عجیب سا احساس ابھرا، اور اِس بھری دنیا میں تنہائی محسوس ہونے لگی، ہر طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آرہی تھی۔ لگ رہا تھا کہ اپنے وجود کی کشتی ناخدا سے محروم ہو کر بیچ منجدھار میں ہچکولے کھا رہی ہے۔ اب ہم کہاں سے وہ شخصیت لائیں جس کو پوری قوم کی آبرو سمجھیں، اور جنھیں شریعت کی بے لاگ پاس داری کی ضمانت سمجھیں، کون ہے جس کے چہرے کی ایک جھلک دیکھنے کو عامۃ الناس ہجوم کریں۔

تاج الشریعہ نے پوری دنیا کا سفر کیا، خصوصاً عالم عرب، افریقہ اور یورپ کے اتنے ممالک کو اپنے قدموں سے نوازا جن کا شمار ہمیں نہیں معلوم، البتہ ۱۹۹۹ء سے ۲۰۰۱ء کے درمیان آپ کا تین بار امریکہ کا سفر ہوا، یہاں بہت لوگ مرید اور حضرت کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہوئے۔ یہاں کی مرکزی مسجد النور میں اس زمانے میں حضرت نے سورہ الم نشرح کی مختصر تفسیر بیان کی تھی جو ہمیں کیسٹ میں محفوظ ملی، ہم نے اسے حاصل کر کے ترتیب دیدیا ہے، جسے اب شائقین دیکھ سکیں گے۔ اُس وقت جب کہ ایک دورے میں حضور محدث کبیر بھی ساتھ میں تشریف رکھتے تھے اُن دونوں بزرگوں کے ذریعہ ایک بڑا یادگار کام یہ ہوا کہ شہر ہیوسٹن کے اوقات صلاۃ کو فن توقیت کے ذریعہ ترتیب دیا گیا، اس کے عینی شاہد بتاتے ہیں کہ دونوں بزرگ اور ساتھ میں

یہاں کے علمائے کرام نے کئی گھنٹے اس پر کام کیا جس کے نتیجے میں پورے سال کا دائمی اوقات صلاۃ کیلنڈر تیار ہوا، ہیوسٹن والوں کے لیے وہ بڑے یادگار لمحات تھے۔

۲۰۱۴ء ۲۰۱۵ء میں فقیر نے کئی بار کوشش کی کہ حضرت کا امریکہ کا ویزا ہو جائے تا کہ ایک بار اور دورہ ہو جائے، مگر علالت کے سبب حضرت نے سفر میں کمی کر دی تھی، اور یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ فقیر نے ۲۰۱۵ء میں جب محدث کبیر مدظلہ العالی کے امریکہ کے دورے کا اہتمام کیا اس وقت حضرت تاج الشریعہ کی کمی بہت محسوس ہوئی، حضرت محدث کبیر مدظلہ کو دیکھ کر لوگوں کو پہلے سفر کی یادیں تازہ ہو گئیں۔

بہر کیف تاج الشریعہ کی موجودگی اعیان اہل سنت کے لیے سکون و اطمنان کا باعث تھی، ان کے قافلے میں ہر میدان کے سپاہی ہوا کرتے اور ان تمام کو تاج الشریعہ کا سایۂ عاطفت توانائی عطا کرتا تھا، میدانِ خطابت کے شہسوار یا فقہی مجالس کے مندوبین، تصنیف و تالیف کے ماہرین اور رزم گاہِ مناظرہ کے مجاہدین' سب کو آپ کی ذات سے علمی غذا اور روحانی بالیدگی ملتی تھی۔ اب وہ سب یتیمی کے کرب میں مبتلا ہیں، سچ ہے' زمانہ ان کو بھلا نہ پائے گا' جس نے تاریک راہوں میں شریعت کی روشنی بکھیری اور اس روشنی کو جیتے جی مدھم نہ ہونے دیا، سیکڑوں مسائل آئے، ہزاروں فتنے آئے، مگر اس ذات نے طوفان کی زد پر استقامت کے چراغ جلائے اور جلانے کا ہنر دیا۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے عہد میں ''اِک طرف اعدائے دیں اور ایک طرف حاسدیں'' کا شکوہ کیا تھا، یہی صورتِ حال پوری توانائی کے ساتھ تاج الشریعہ کی حیات میں بھی جاری رہی، اپنے جدِ اعلیٰ کی طرح اس بندۂ خدا نے بھی جہادِ لوح و قلم جاری رکھا، اور شریعت کے تناور درخت کو عزیمت و استقامت کا پانی دیتے رہے۔

ان کا شرعی نقطۂ نظر بڑا واضح اور غیر متبدل ہوا کرتا تھا، اپنے فتوی پر سختی سے عامل تھے، زندگی کے اطوار ظاہر و باطن اور خلوت و جلوت میں یکساں تھے، شرق میں ہوں یا غرب میں، عرب میں ہوں یا عجم میں' ہر جگہ فتوے کی زبان ایک ہوتی تھی، اگرچہ یہ ان کی عزیمت و ولایت کی دلیل ہے، مگر اسی وجہ سے ان کے ناقدین کی بھی کمی نہ تھی۔ ہر دور میں آزاد طبیعتیں چور دروازوں کی

تلاش میں رہتی ہیں، کہ کسی طرح کام بن جائے اور دامن داغ دار بھی نہ ہو، پھر نو خیز مفتیانِ زمانہ کو ضرورت وحاجت کا سہارا لے کر ہر کام بنا دینے کا ہنر آنے لگا ہے۔ ایسے وقت میں متفق علیہ اور اجماعی مسائل کے تحفظ کا بارِ گراں اٹھالینا خود ہی دورِ حاضر کا جہادِ اکبر ہے۔ اس آزادی کے دور میں کس نے کس کا ہاتھ پکڑا ہے، آزاد فضاؤں میں سانس لینے والی قوم کے نو خیز فضلا نے آرٹسٹ خطبا و داعیان کے دامن کو فسق و فجور کے دھبوں سے بچانے کے لیے نئے نئے شگوفے چھوڑے: شاید اعلیٰ حضرت سے مسلے کی تحقیق میں غلطی ہوگئی ہے، شاید مفتی اعظم ہند مسئلے کی تہ تک نہیں پہنچ سکے ہوں، ہوسکتا ہے تاج الشریعہ کو عہد حاضر کے تقاضوں کی خبر نہ ہو' جیسے شوشے چھوڑے گئے، جس کی بنا پر تاج الشریعہ کو اپنے قول وعمل سے ان مسائل کی حفاظت پر مزید توجہ دینی پڑی، پھر تو فروعی مسائل میں تشدد کا الزام نقد وقت تھا، ان ناقدین میں کچھ متشددین بھی تھے، جن کے ترکش کے سارے تیروں کا رخ بس ایک ہی طرف تھا اور وہ تاج الشریعہ تھے، مگر تاج الشریعہ استقامت کا پہاڑ بن کر ثابت رہے۔ جب اچھے اچھے لوگ جدید تقاضوں کے دباؤ میں آگئے تاج الشریعہ نے شریعت کے تقاضوں کو دیکھا' اور دوسرے تقاضے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیے۔

آج جب تاج الشریعہ ہمارے درمیان نہیں ہمیں ان کی یاد ستاتی ہے، ان کے بعد کون ہوگا جو اسلامیانِ ہند کی روحانی، علمی اور دینی قیادت کرے گا اور ہندوستانی مسلمانوں کی قیادت کے ساتھ دیارِ عرب میں بھی ہماری عزت وناموس کا آشیانہ بنائے گا، جس کی ٹھنڈی چھاؤں میں علمائے عرب بھی قلب وجگر کی تسکین محسوس کریں گے۔

تاج الشریعہ آج ہمارے درمیان نہیں ہیں، لیکن وہ اسلامیانِ ہند کو بہت کچھ دے کر گئے ہیں، درجنوں تصانیف وحواشی، درجنوں عربی اردو تراجم، سیکڑوں فتاویٰ، ہزاروں وعظ و بیانات، اور لاکھوں مریدین ومتوسلین ان کی یادگار ہیں، جامعۃ الرضا کی فلک بوس عمارتیں، شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کی فقہی مجالس، مرکزی دار الافتا بریلی شریف ان کے فیوض وبرکات کا سرچشمہ بن کر امت مسلمہ کو علم ومعرفت کے باڑے بانٹتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تربت پر رحمت کی بارش برسائے۔ آمین



علمی افادات

تفسیر سورۂ ''الم نشرح''

از حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان

تقدیم و ترتیب: فیضان المصطفےٰ قادری

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے تین بار امریکہ کا سفر کیا، پہلی بار جولائی ۱۹۹۹ء میں اہل سنت و جماعت کی مرکزی مسجد ''النور مسجد'' کے ذریعہ حضرت کا دورہ ہوا، جس کا اہتمام مسجد کے امام وخطیب مفتی محمد قمر الحسن بستوی نے کیا تھا، دوسری بار پھر اسی شہر میں ۲۰۰۰ء میں سفر ہوا، اور اس کے اگلے سال ۲۰۰۱ء میں تیسرا دورہ ہوا، ان اسفار میں مختلف شہروں خصوصاً ہیوسٹن، ڈیلاس، اور شکاگو کے دورے ہوئے۔ ان مواقع پر مختلف مقامات پر آپ کے بیانات ہوئے، آپ نے حمد و نعت پڑھ کر خوش عقیدہ مسلمانوں کو محظوظ فرمایا، تقریریں ہوئی، کافی لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔

یہاں امریکہ میں ہر مسجد میں ہفتہ وار درسِ قرآن یا درسِ حدیث کا سلسلہ رہتا ہے، النور مسجد میں یہ درس عموماً جمعہ کو مغرب کے بعد ہوتا ہے، پہلے سفر میں ایک جمعہ کو حضرت تاج الشریعہ نے النور مسجد میں قرآن مجید کا درس دیا، جس میں آپ نے مختصر وقت میں سورۂ الم نشرح کی تفسیر بیان فرمائی، چوں کہ اس محفل میں عامۃ الناس شریک تھے اس لیے مختصر اور عام فہم تفسیر بیان فرمائی، اس آسان تفسیر اور سلیس اسلوبِ بیان میں چند علمی نکات و واقعات بھی آ گئے، مثلاً واقعہ شق صدر کا بیان، نماز کے بعد دعا کرنا، کھانا موجود ہو تو پہلے کھانا پھر نماز کیوں؟ معرفہ کا اعادہ نکرہ کے اعادہ سے مختلف مفہوم رکھتا ہے، کلام موجب کا عطف کلامِ غیر موجب پر کیسے ہوا؟ وغیرہ۔

یہ تفسیر ۲۶ ربیع الاول شریف ۱۴۲۰ھ مطابق ۹ جولائی ۱۹۹۹ء بروز جمعہ بعد نمازِ مغرب النور مسجد ہیوسٹن میں ہوئی۔ مفتی محمد قمر الحسن صاحب نے اس تفسیر کو کیسٹ میں محفوظ کر لیا تھا، راقم

الحروف نے موصوف سے کیسٹ لے کر حضرت کی تفسیر کو من وعن نقل کیا، پھر افادۂ عام کے لیے اس کو ترتیب دے کر قارئین کی بارگاہ میں نذر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

أَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ، وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ، الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَکَ،
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ، فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً، اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً،
فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ، وَإِلٰى رَبِّکَ فَارْغَبْ. (صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيْمُ)

یہ سورہ الم نشرح شریف مکی ہے، یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے، اور ہجرت سے پہلے جو سورتیں نازل ہوئیں ان کو مفسرین کی اصطلاح میں مکی کہا جاتا ہے، عام ازیں کہ وہ مکہ میں نازل ہوئی ہوں یا کہیں اور، جیسا کہ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب مستطاب الاتقان فی علوم القرآن میں اس اصطلاح کی تصریح فرمائی۔ اس میں ایک رکوع ہے، ستائیس کلمے ہیں اور ایک سو تین حرف ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم پر جو احسانات فرمائے ان میں سب سے عظیم احسان حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا شرح صدر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنا وہ احسان سرکار کو جتا رہا ہے، اور اپنی نعمت شمار فرما رہا ہے۔ فرماتا ہے کہ کیا ہم نے تمہارے لیے تمہارا سینہ نہ کھول دیا؟ تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا سینۂ مبارک ظاہری اور معنوی دونوں طور پر کشادہ کیا گیا۔ اعلیٰ حضرت نے ترجمہ کیا: کیا ہم نے تہارے لیے تمہارا سینہ کشادہ نہ کر دیا، یعنی علوم الٰہیہ، معارف ربانیہ اور حقائق رحمانیہ کے لیے ہم نے آپ کے سینے کو کشادہ کر دیا، ایسا کہ جو کچھ ہو گیا، جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ سارے علوم ومعارف اور اس کے علاوہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات کے علوم، اگلوں کے علوم، پچھلوں کے علوم، سارے معارف اور سارا غیب، عالم غیب وشہادۃ کے امور اس سینے کی وسعت میں سما گئے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک

وتعالیٰ علیہ وسلم کا ظاہری طور پر بھی سینہ کشادہ کیا گیا، شرحِ صدر (یعنی) سینہ مبارکہ کو چاک کیا گیا ،اور بار ہا قلب مبارک کو دھویا گیا اور اس میں علم وحکمت کے خزانے کو بھرا گیا۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے راوی روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ حضور سے سوال کرنے کے معاملے میں جری تھے، یعنی حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے بے جھجک سوال کرلیا کرتے تھے، اوران کے سوالات کا یہ انعام ہے اوران کا احسان ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علوم ومعارف کا گنجینہ حدیثوں کی شکل میں پھیلا ہوا ہے، بخاری ومسلم وغیرہ کتابوں میں بکثرت روایتیں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے ہیں۔ تو انھوں نے پوچھا کہ حضور! مجھے یہ بتایئے کہ آپ کی نبوت کے معاملے کی ابتدا کیسے ہوئی؟ تو سرکار اٹھ کر ٹھیک سے بیٹھ گئے، اور فرمایا: اے ابو ہریرہ! تم نے پوچھ ہی لیا تو (میں بتاتا ہوں کہ) میں دس سال اور کچھ مہینے کا غلام نوخیز تھا، غلام کا معنی یہاں وہ مت سمجھیے گا جو باندی اور غلام بولا جاتا ہے، بلکہ غلام عربی کا لفظ ہے، یعنی میں بچہ تھا، نابالغ لڑکا تھا۔ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تھا تو میں نے اپنے سر کے اوپر کلام کو سنا، اور میں نے دیکھا کہ ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا کہ یہی ہیں وہ، یہی ہیں وہ، اور پھر وہ دونوں میرے سامنے آئے، اور دونوں میں سے ہر ایک شخص نے میرے بازو کو تھاما، اور مجھے لٹادیا، اور پھر ایک شخص نے کہا کہ ان کے سینے کو چاک کرو، تو کہتے ہیں کہ میں نے اپنے روبرو دیکھا کہ انھوں نے میرے سینے کو چاک کیا، نہ کوئی خون نکلا نہ کوئی درد ہوا، اور انسانی طبیعت کے مقتضا سے بغض وحسد جو ہوتا ہے وہ میرے سینے سے نکال دیا، اور پھر میرے سینے کو رافت اور رحمت سے بھر دیا، اور اس کے بعد انھوں نے کہا کہ آپ سلامتی کے ساتھ اپنے گھر کو لوٹ جائیں۔ تو فرماتے ہیں کہ میں چھوٹوں کے لیے رقت اور نرم دلی اور بڑوں کے لیے رحمت لے کر اپنے گھر کو لوٹا۔

حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ شرحِ صدر جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوا آپ کے بچپن میں ہوا۔ پھر جب آپ کی طرف وحی آنا شروع ہوئی اس کی ابتدا میں ہوا، اور تیسری مرتبہ شرح صدر جب آپ کو معراج کے لیے لے جایا گیا تو اس سے پہلے ہوا۔

یہ استفہام جو ہے: ''کیا ہم نے تمہارے لیے تمہارا سینہ چوڑا نہ کر دیا'' یہ بظاہر استفہام انکاری معلوم ہوتا ہے، لیکن یہ منفی جملے پر داخل ہوا ہے، اور نفی کی نفی اثبات کا فائدہ دیتی ہے، تو اس فرمان کا مفاد اور ماحصل یہ ہے کہ: ہم نے تمہارے لیے تمہارا سینہ کشادہ کر دیا۔ اسی لیے آگے عطف کیا جا رہا ہے ''وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ (الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ)'' جملہ مثبتہ کو عطف کیا جا رہا ہے ''الم نشرح'' کے اوپر، ''اور ہم نے آپ کے اوپر سے آپ کا وہ بوجھ اتار لیا جس نے آپ کی پیٹھ توڑ دی تھی''، یہ آیت کریمہ متشابہات میں سے ہے، اور اس بوجھ سے کیا مراد ہے؟ بعض لوگوں نے کہا کہ وہ غم مراد ہے جو حضور صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کی طرف سے لاحق ہوتا تھا، کہ کفار ایمان نہیں لاتے تھے، تو حضور کو تسلی دی گئی۔ اور بعض لوگوں نے کہا: اس غم سے مراد امت کا غم ہے جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام اپنی امت کے معاملے میں فکرمند رہتے تھے، غمگین رہتے تھے، تو تسلی دی گئی کہ آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ مقام محمود پر بھیجے گا، آپ کو منصب شفاعت پر فائز فرمائے گا، آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا، اور آپ کی شفاعت سے آپ کے گنہگارانِ امت کے گناہ معاف ہوں گے، اور وہ بخش دیے جائیں گے۔ تو یہ آیتِ کریمہ متشابہات میں سے ہے، اور اس کا وہی معنی ہے جو معنی ''لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ'' (کا ہے)، سورہ فتح میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تمہارے لیے روشن فتح رکھی، تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے سبب سے تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دے۔

اب یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ (وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ): ہم نے تمہارے لیے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا۔ کیسے بلند کر دیا؟ حضرت سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل امین (علیہ الصلاۃ والسلام) سے پوچھا، حضرت علامہ امام قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو حدیث قدسی کے طور پر روایت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اپنے رب کریم سے روایت کرتے ہیں، کہ رب کریم نے ارشاد فرمایا: ''أَتَدْرِي كَيْفَ رَفَعْتُ لَكَ ذِكْرَكَ'' کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمہارے لیے تمہارے ذکر کو کیسے بلند کیا؟ تو حضور نے عرض کی: بغیر تیرے بتائے میں کیا جانوں؟ ارشاد ہوا، ''جَعَلْتُكَ ذِكْرًا مِّنْ ذِكْرِي فَمَنْ ذَكَرَكَ فَقَدْ

ذَکَـرَنِيْ'' میں نے تیرے ذکر کو اپنا ذکر بنالیا، تو جس نے تیری یاد کی اس نے میری یاد کی۔ تو دنیا میں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے سرکار کے ذکر کو بلند کیا، چنانچہ نمازی نماز کے تشہد میں سرکار کو اللہ کے ساتھ یاد کرتا ہے: ''أَشْهَـدُ أَنْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّـٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ''، اذان میں (موذن کہتا ہے:) ''أَشْهَـدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' اور خطبے میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر کے ساتھ سرکار کا ذکر ہوتا ہے، اور قرآن میں جا بجا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ رسول کا ذکر فرمایا ہے۔ بلکہ اس طرح فرمایا: ''هُـوَ الَّـذِيْ أَرْسَلَ رَسُـوْلَـهٗ بِـالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ'' اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان ذکرِ مصطفیٰ کو بنایا ہے، کہ ''خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو بھیجا ہے ہدایت کے ساتھ'' تو اللہ تعالیٰ کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے کبھی منفک نہیں ہوسکتا، کلمہ میں بھی دیکھے ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ''۔ تو جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد ہوگی حضور کی یاد ہوگی، اور جب حضور کی یاد ہوگی تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد ہوگی۔ اسی سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر جزوِ ایمان ہے۔ ایمان کی حقیقت حضور کے ذکر کے بغیر متحقق ہی نہیں ہوسکتی ہے، ماہیت پائی ہی نہیں جائے گی۔ کوئی شخص عبادت میں مصروف رہے ، اللہ تبارک وتعالیٰ کی تصدیق کرے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کو مانتا ہو، لیکن رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں مانتا، اور اُن کی تصدیق نہیں کرتا تو ہرگز وہ ایمان نہیں رکھتا، وہ مومن نہیں وہ کافر ہی رہے گا۔ اس پر کوئی زیادہ لمبی چوڑی تقریر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، (بلکہ) کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' خود اس پر گواہ ہے۔

پھر فرمایا: ''فَـاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْراً اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْراً''۔ حضور صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کو مزید تسلی دینے کے لیے، حضور کی امت کو، حضور کے غلاموں کو تسلی دینے کے لیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے: (آپ گھبرائیں نہیں) بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے، بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث مروی ہے، سرکار نے ارشاد فرمایا کہ ایک دشواری دو آسانی پر غالب نہیں آسکتی۔ اور یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو آسانیوں اور ایک دشواری کا ذکر کیا ہے، وہ کیسے؟ مفسرین کرام فرماتے ہیں: ''مَـعَ الْـعُسْرِ'' ''الف لام'' کے

ساتھ ''عسر'' ہے اور جب ''الف لام'' کے ساتھ کسی کلمہ کا اعادہ کیا جائے تو وہ کلمہ بعینہ اول ہی کلمہ ہوتا ہے، اور اس میں تعدد نہیں ہوتا، اور جب نکرہ کا اعادہ کیا جائے تو تعدد ہو جاتا ہے، تو ''اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْراً'' تو بعینہ وہی دشواری جو پہلے جملے میں تھی وہی دشواری مراد ہے، اور پہلے جملے میں ''یُسْراً'' ہے اور دوسرے جملے میں بھی ''یُسْراً'' ہے، تو نکرہ کا جب اعادہ کیا جائے بار بار تو وہ نکرہ دوسرا ہے اور یہ نکرہ دوسرا ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ ہر دشواری کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو آسانیاں رکھی ہیں۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے مروی ہے کہ سرکار ایک پتھر کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے پتھر کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اگر اِس پتھر میں دشواری بند ہو جائے، یعنی اس میں داخل ہو جائے تو آسانی اُس میں جائے گی اور اُس (دشواری) پر غالب آجائے گی۔ حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی امداد اور معونت بقدر کلفت نازل ہوتی ہے، اور صبر مصیبت کی مقدار نازل ہوتا ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے شعر مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

صَبْراً جَمِیْلاً مَا اَقْرَبَ الْفَرْجَا   مَنْ رَاقَبَ اللّٰهَ فِي أُمُورِهٖ نَجَا

وَمَنْ صَدَّقَ اللّٰهَ لَمْ یَنَلْهُ اَذیٰ   وَمَنْ رَجَاهُ یَکُوْنُ حَیْثُ رَجَا

(ترجمہ) کہ صبر جمیل کرو، اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد قریب ہے، اور جو اپنے کاموں میں اللہ تبارک وتعالیٰ پر نظر رکھتا ہے وہ نجات کو پہنچتا ہے، اور جو اللہ تعالیٰ پر کامل یقین رکھتا ہے اس کو کبھی تکلیف نہیں پہنچتی، اور جو اللہ سے امید رکھتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کو وہیں پائے گا جہاں وہ اس کی امید رکھتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ''فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ''، تو جب تم (نماز سے) فارغ ہو جاؤ (تو دعا) میں محنت کرو، ایک قول تو یہ ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جب تم دنیا کے کاموں سے فارغ ہو جاؤ تو نماز میں (عبادت میں) محنت کرو۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ بندہ جب نماز کا ارادہ کرے تو اس وقت اس کو فارغ البال ہونا چاہیے اور اس کا دل اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف بالکل منہمک ہونا چاہیے، اور 'رغبت کے ساتھ عبادت کرے' یہ بظاہر حضور صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کو کہا

گیا ہے، لیکن یہ تعلیم حضور کی امت (کے لیے) ہے۔ یہیں سے معلوم ہوا کہ ہماری آسانی کے لیے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ جب کھانا حاضر ہو تو اس وقت نماز نہ پڑھے، اور جب آدمی کو پیشاب پاخانے کی حاجت ہو اس وقت نماز نہ پڑھے، کیوں؟ اس لیے کہ اس کا دھیان اس میں منہمک ہوگا، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت اس طرح کرنی چاہیے کہ آدمی علائقِ دنیا سے بالکل فارغ ہو، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف دھیان لگا کر کے اس کی عبادت کرے، ایک قول یہ ہے۔ اور بعض لوگوں نے یہ کہا: جب تم نماز میں ہو تو اپنی حاجت کی طرف توجہ کرو، یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنی حاجت عرض کرو، یعنی نماز کے آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرو۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ جب نماز سے فارغ ہو جاؤ اور تم بیٹھے ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے آخر میں اور عبادت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا یہ بھی قرآن کی تعلیم ہے، اور حدیث میں آیا ''**الدعاء مخ العبادۃ**'' دعا عبادت کا مغز ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے: ''وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ'' اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو، یعنی اپنے رب پر بھروسا کرو، ایک قول یہ بھی ہے کہ جہاد سے جب فارغ ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت میں رغبت کے ساتھ رہو۔ **وآخر دعوانا اَنِ الحمدُ للّٰہِ ربِّ العٰلمین۔**

تاج الشریعہ کی حاشیہ نگاری

حاشیہ بخاری سے چند نمونے:

تاج الشریعہ نے بخاری شریف کے چند ابواب پر حواشی تحریر فرمائے ہیں، یہ حاشیہ مجلس برکات مبارک پور سے شائع ہونے والے بخاری شریف کے نسخے کے ساتھ ضمیمہ کے طور پر شامل ہے۔ "تعلیقات زاہرہ" کے نام سے یہ حاشیہ بخاری شریف کے بڑے سائز صفحات پر تقریباً نوے صفحات پر پھیلا ہوا ہے، جسے الگ سے ''تعلیقات الازہری علی صحیح البخاری'' کے نام سے بھی شائع کیا گیا ہے جو 440 صفحات پر مشتمل ہے، اس سے چند نمونے درج کرتا ہوں۔

قبور انبیا پر مساجد بنانے والوں پر لعنت کا سبب:

امام بخاری نے صحیح بخاری کتاب الصلاۃ میں ایک باب قائم کیا: **باب هل ينبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد لقول النبي صلى الله عليه وسلم لعن الله اليهود اتخذوا قبور انبيائهم مساجد"**

اور اس باب میں ایک تعلیق اور دو مسند مرفوع روایتیں نقل کیں۔ اس باب میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ ترجمۃ الباب پر لقول النبي سے استدلال کیسے تام ہوگا؟ تاج الشریعہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں انبیائے کرام کی قبور کو نماز کی جگہ کے طور پر اختیار کرنے پر لعن کو خاص کیا گیا ہے جن میں صالحین کی قبریں بھی تبعاً داخل ہیں۔ لہٰذا مشرکین کی قبریں توڑ کر ان پر مساجد بنائیں تو حرج نہیں۔ اس توجیہ کو محدث احمد علی سہارن پوری نے کرمانی اور فتح الباری کے حوالے سے درج کیا، اس پر تاج الشریعہ کے حاشیہ نے ایک افادہ یہ کیا کہ یہود پر لعن کی وجہ محض قبورِ انبیا کی حد سے زیادہ تعظیم نہیں، بلکہ قبورِ انبیا کی توہین بھی ہوسکتی ہے۔ چنانچہ اس مقام پر تاج الشریعہ نے جو کچھ لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے:

یہود اپنے انبیا کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے تھے اور ان پر مساجد بناتے تھے، یہ کام یا تو ان کی طرف سے اُن قبروں کی انتہائی تعظیم کے سبب تھا کہ ان قبروں کی طرف توجہ کرتے، یا ان کو سجدہ کرتے تھے، یا قبروں کی توہین اور استخفاف کے سبب تھا کہ ان قبروں پر ہی مسجدیں بنا لیتے کہ پھر اس پر اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا کرتے جو اہانت ہے، تو یہود پر لعنت کا سبب یا تو غیر شرعی تعظیم ہے یا قبروں کی توہین ہے، اور حدیث دونوں معنوں کا احتمال رکھتی ہے۔ اس مقام پر امام بخاری نے حکم کو قبور انبیا پر تعمیر مسجد کے ساتھ خاص کیا ہے جس کا مفاد یہ ہوا کہ یہ اس وقت منع ہے جب مسجد عین قبر کے اوپر ہو کہ یہی اہانت کا موجب ہے اور قبور صالحین کی توہین ممنوع ہے۔ رہی مشرکین کی قبریں تو انھیں اکھاڑ پھینکنے میں کوئی حرج نہیں۔ چونکہ حدیث دونوں معنوں کا احتمال رکھتی ہے لہٰذا کبھی اس کو اس باب کے تحت رکھتے ہیں: ''باب ما يكره من اتخاذ المسجد على القبور'' اور کبھی اس باب کے تحت: ''باب بناء المسجد على القبر''۔ (حاشیہ علی البخاری اول صفحہ ۳ے مجلس برکات مبارک پور)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مقامات:

امام بخاری نے کتاب الصلاۃ میں ایک باب قائم کیا ہے: **باب المساجد التي في طرق المدينة**: یعنی وہ مسجدیں جو مدینے کے راستے میں واقع ہیں۔

اس باب میں امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ روایتیں تخریج کی ہیں جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستے میں ان تمام مقامات کی نشان دہی کرتی ہیں جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دورانِ سفر نماز ادا فرمائی ہے۔ان مقامات کی تعیین آسان نہیں، لیکن امام بخاری کا ان تمام روایتوں کو من وعن یاد رکھنا اور پوری احتیاط کے ساتھ ان کو نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انبیائے کرام کے آثار اور نسبتیں اہمیت رکھتی ہیں، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار وتبرکات کے تتبع میں لگے رہنا محبین اور معتقدین کے لیے کھلا ہوا درس ہے کہ آثار مقدسہ کے ساتھ ہمارا برتاؤ کیسا ہونا چاہیے، مگر یہاں پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایک روایت وہابیوں کی بڑی دلیل ہے جس میں ہے کہ انھوں نے حدیبیہ کے مقام پر ایک درخت کٹوا دیا تھا جس کے پاس لوگ یہ سمجھ کر جاتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کے نیچے بیعتِ رضوان لی تھی، اس کی ایک توجیہ علمائے کرام نے یہ کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا اِس لیے کیا تا کہ لوگ اُس مقام پر نماز پڑھنا واجب ولازم نہ سمجھنے لگیں، اور جو چیز واجب نہیں اُسے واجب سمجھنا بھی شرعی تقاضوں کے خلاف ہے، دوسری توجیہ یہ کی گئی کہ اصل میں وہ درخت جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی وہ غائب ہو گیا اور اگلے سال صحابہ کو نہ ملا، پھر بعد میں لوگوں نے کسی درخت کو وہ درخت سمجھ لیا اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کٹوا دیا کہ کسی چیز کو غلط طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اس باب پر جو حاشیہ لگایا ہے اس میں بہت سارے امور کے ساتھ اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اگر ہماری توجیہ قبول نہ کی جائے تو فعلِ عمر فعلِ ابنِ عمر سے متعارض ہوگا رضی اللہ عنہما، کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ درخت اس لیے کٹوا دیا کہ آثارِ انبیا کی کوئی اہمیت نہیں ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے مقاماتِ نماز کی تعیین میں اس قدر اہتمام کیوں کررہے ہیں؟ پھر اس اثرِ عمر رضی اللہ عنہ پر صحابہ وتابعین کا عمل جاری نہیں رہتا، بلکہ اس کے خلاف پر عمل ہوتا ہے جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ تحقیق کرکر کے ان مقامات پر مسجد تعمیر کراتے ہیں جہاں کبھی بھی حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی ہو، اوراسی پر عمل جاری ہوجاتا ہے۔ بلکہ فعلِ عمر خود قولِ عمر سے بھی متعارض ہوگا، رضی اللہ عنہ۔ وہ یوں کہ خود عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی تھی: ''**لو اتخذنا من مقام ابراھیم مصلی** ''ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالیتے، جس پر آیت کریمہ ''**وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی** ''نازل ہوئی۔ تو یہ تعارض کیسے دفع ہوگا کہ جس نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ایک نبی کی طرف جو جگہ منسوب ہے اس مقام پر نماز ادا کی جائے وہی آخر کیوں سیدالمرسلین علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف منسوب جگہ پر نماز پڑھنے سے منع کریں گے؟ جب کہ اس روایت کا تعارض حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کی اُس روایت سے بھی ہے جس میں انھوں نے سرکاراقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ میں نگاہ کی کمزوری اور تاریکی کے سبب مسجد نہیں جاسکتا تو حضور گھر پر نماز پڑھ دیں تاکہ میں اسی جگہ کو اپنی نماز کی جگہ بنالوں، جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور فرمائی، ان تمام روایتوں کو نظرانداز کرکے اگر اس روایت کو کہ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے مقام پر نماز کو ناپسند کرتے تھے'' من وعن لے لیا جائے تو ان پر کئی صحیح روایتوں اور خود اپنے قول سے تعارض وتخالف کا الزام دینا لازم آئے گا، خصوصاً جب کہ اسلاف کا عمل بھی اس روایت کے خلاف پر ہو۔ (ملتقطاً حاشیہ علی البخاری صفحہ ۶۷ مطبوعہ مجلس برکات مبارک پور)

جماعت کے وقت سنت فجر کا مسئلہ:

امام بخاری نے کتاب الصلاۃ میں یہ باب قائم کیا: **باب اذا اقیمت الصلاۃ فلا صلاۃ الا المکتوبۃ.** یعنی جب اقامت ہو تو فرض نماز کے سوا کوئی نماز نہیں۔

اِس حدیث پاک کو جمہور ائمہ اپنے عموم پر رکھتے ہوئے اقامت شروع ہوجائے تو فرض نماز کے علاوہ کسی نماز کی اجازت نہیں دیتے۔ لیکن احناف اس سلسلے میں سنت فجر کو اس کے عموم سے

مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔اور دلیل تخصیص وہ روایتیں ہیں جن میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے جب کہ اقامت ہوچکی تھی تو دو رکعت سنت فجر ستون کے قریب ادا کی، اور ایسا انھوں نے حضرت حذیفہ وحضرت ابوالدرداء وحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں کیا۔(ذکرہ ابن بطال فی شرح البخاری عن الطحاوی)اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر سے نکلتے تو اگر فجر کی اقامت ہوتی تو دو رکعت سنت فجر پڑھ کر مسجد میں داخل ہوتے پھر لوگوں کے ساتھ نماز فجر ادا کرتے درانحالیکہ ان کو اقامت صلاۃ کا علم ہوتا۔

اتنا ذکر کرنے کے بعد تاج الشریعہ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ اقامت ہو جب بھی سنت فجر پڑھنی ہوگی، اوراس کی تائید میں ایک مرفوع روایت پیش کی:

اذا اقيمت للصلاة فلا صلاة الا المكتوبة الا ركعتي الفجر . أخرجه البيهقي عن أبي هريرة .

امام بیہقی نے اس روایت کے آخری کلمات کی سند پر کلام کیا ہے مگر علامہ عینی نے اس کا جواب دیدیا ہے۔اس مقام پر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ بخاری شریف میں فجر کے متعلق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت صلاۃ کے بعد ایک شخص کو اپنی نماز پڑھتے دیکھا تو سلام پھیرنے کے بعد اس سے فرمایا: کیا فجر چار رکعت ہے کیا فجر چار رکعت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے اس شخص پر نکیر فرمایا کہ وہ مسجد کے اندر بلا حائل نماز پڑھ رہے تھے جو لوگوں کے خلل کا باعث تھی، یہ امام حلبی کا جواب تھا، تاج الشریعہ نے اس مقام پر طحطاوی علی المراقی کے حوالے سے لکھا کہ اس حدیث میں اقامت سے مراد موذن کی اقامت ہے نہ کہ امام کا نماز کو شروع کرنا۔اور جس روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس پر مواخذہ کا ذکر ہے اس میں اقامت سے مراد نماز کا آغاز ہے۔خلاصہ یہ کہ سنت یا نفل پڑھنا موذن کی اقامت سے پہلے درست ہے، موذن اقامت شروع کردے تو نہ پڑھے مگر سنت فجر، بلکہ ہمارے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تو سنت فجر اقامت کے بعد بھی پڑھ سکتا ہے اگر اسے اندازہ ہے کہ فرض کی جماعت مل جائے گی اگرچہ قعدہ اخیرہ میں۔اور سنت فجر کی یہاں خصوصیت اس لیے

ہے کہ حدیث شریف میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اور اسے دنیا و مافیہا سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ ہاں اسی حالت میں سنتِ فجر مسجد سے باہر یا مسجد میں جماعت سے دور ہٹ کر الگ ادا کرے۔

اس پر تاج الشریعہ فرماتے ہیں: **وقول الطحاوي قد ظهر أن المراد بالاقامة هنا اقامة الموذن** ۔ یہ قول اس سے مانع نہیں کہ ان دونوں سے عام معنی مراد ہو، جو "اقامتِ موذن" اور "شروع الامام" دونوں کو شامل ہو۔ بلکہ دونوں معنی کو عام ہونا ظاہر ہے، کیوں کہ جس طرح موذن کی اقامت پر "اقامۃ الصلاۃ" کا اطلاق ہوتا ہے اور یہی معنی متبادر ہوتا ہے، اسی طرح امام کے نماز شروع کرنے پر بھی "اقامۃ الصلاۃ" کا اطلاق ہوتا ہے، جیسا کا قرآن پاک کا ارشاد ہے: "**أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ**"۔ اور حدیث پاک سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام سنت فجر پر مداومت کرتے تھے یہاں تک کہ امام نماز شروع کردے اُس وقت بھی، اور جس روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکیر کا ذکر ہے اس کی کئی وجہیں ہوسکتی ہیں۔ اور امام بیہقی کا "الاسنۃ الفجر" کے متعلق یہ کہنا کہ اس کی اصل نہیں، یہ اصل میں سند پر کلام ہے جس کا جواب علامہ عینی نے دیا ہے، ورنہ اس استثنا کا انکار کیسے کرسکتے ہیں جو صحابہ کے عمل سے ثابت ہے۔

(تعلیقات ازہری علی البخاری اول صفحہ ۸۰)

نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کا مسئلہ:

امام بخاری نے کتاب الصلاۃ میں یہ باب قائم کیا: **باب الذکر بعد الصلاة**

اس باب میں امام بخاری نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد جہری ذکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا، جب میں ذکر سنتا تو سمجھ لیتا کہ نماز مکمل ہوگئی ہے۔

اس پر تاج الشریعہ نے حاشیہ لگایا اور اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ابن بطال نے لکھا کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا عہد صحابہ میں نہ تھا اور اسلاف سے منقول نہیں، بلکہ حادث ہے۔ جب کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کلماتِ محدثین درج کرکے متعدد

روایتوں کے حوالے سے جہر بالذکر کی تائید کی ہے۔اس پر تاج الشریعہ اقول کہہ کر فرماتے ہیں:

امام جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ ''نتیجۃ الفکر فی الجہر بالذکر'' میں یہی روایت بخاری نقل کر کے جہر بالذکر پر استدلال کیا ہے۔ان کا یہ استدلال دلیل ہے کہ انھوں نے اس حدیث کا یہی معنی سمجھا ہے کہ صحابہ کرام عہد رسالت میں ذکر بالجہر کرتے تھے،اور یہ ابن بطال کے موقف کی تردید ہے۔ بلکہ امام احمد رضا نے مسلم کی روایت کے حوالے سے لکھا کہ نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ بلند آواز سے کہنا حدیث سے ثابت ہے،جس سے معلوم ہوا کہ جہر بالذکر مستحب ہے،اور اس کی ممانعت پر قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ جہر بالذکر کتاب وسنت سے ثابت ہے،قرآن کاارشاد ہے:**اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْيَةً** ''اس میں ''**تضرعاً و خفية**'' کا معنی درمنثور اور معالم التنزیل میں **علانية و سراً** کیا ہے۔آخر میں تاج الشریعہ نے ایک مشہور حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے جس کو امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے تخریج کیا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

'یقول الله أنا عندظن عبدي بي وانا معه اذا ذكرني فاذا ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي وان ذكرني في ملا ذكرته في ملا خيرمنه''

یعنی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''میں بندے کے ساتھ ویسا ہوتا ہوں جیسا وہ میرے متعلق گمان کرتا ہے،اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب مجھے یاد کرتا ہے،تو جب مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اکیلا اسے یاد کرتا ہوں،اور جب وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں''۔اور ظاہر ہے مجمع میں ذکر بلند آواز سے ہی ہوگا۔

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوسعید خدری کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا ذکر کثرت سے کرو کہ لوگ پاگل کہنے لگیں۔

(تعلیقات ازہری علی البخاری اول صفحہ ۸۱)

المستند المعتمد پر تشریحی حاشیہ:

تاج الشریعہ نے علم کلام کی مشہور کتاب ''المعتقد المنتقد'' اور اس پر اعلیٰ حضرت کے حاشیہ ''المستند المعتمد'' کا اردو ترجمہ کیا تاکہ اردو داں طبقہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ ترجمہ کرتے ہوئے جہاں ضرورت محسوس کی وہاں حاشیہ بھی لگایا، یہ حواشی بہت ہی مختصر ہیں، کہیں ایک دو لفظ کہہ کر بات کو واضح کر دیا، کہیں ایک دو جملہ تحریر کیا، لیکن ایک مقام پر تفصیلی حاشیہ تحریر فرمایا، ہم اسے یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

یہ اصل میں علم کلام کا ایک مشکل مسئلہ ہے، کہ نبیوں کو بھیجنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے یا محال ہے یا ممکن؟ براہمہ کہتے ہیں کہ محال ہے، فلاسفہ اور معتزلہ کے نزدیک واجب ہے اور اہل سنت کے نزدیک ممکن اور رب تعالیٰ کا فعل اختیاری ہے یعنی اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے انبیائے کرام کو مبعوث فرماتا ہے، ورنہ اس پر کچھ واجب نہیں۔ معتزلہ نے اپنی اِس اصل فاسد کی بنیاد پر بعثت رسل واجب قرار دیا کہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ پر اصلح واجب ہے، اس مقام پر ''معتقد'' کے مصنف علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ نے ''عمدۃ العقائد'' کے حوالے سے اس کے مصنف ابوالبرکات علامہ عبداللہ نسفی کا یہ قول نقل کیا کہ انبیائے کرام کو بھیجنا خوشخبری دیتے ہوئے اور ڈر سناتے ہوئے حیز امکان میں ہے بلکہ حیز وجوب میں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس کا تخلف محال ہے۔ انتہیٰ۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ نسفی کی من جملہ لغزشوں میں سے ہے اور اعتزال کے ساتھ ان کی رائے کا امتزاج۔

اس مقام پر اعلیٰ حضرت نے مفصل حاشیہ لگایا اور واضح کیا علامہ نسفی اس الزام سے بری ہیں۔ اور اس کے بعد ان کے قول کی توجیہ پیش کی ہے۔ یہ حاشیہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی اس فن میں عبقریت کا منھ بولتا ثبوت ہے۔

اعلیٰ حضرت نے جو کچھ لکھا اس کے ابتدائی حصے کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے افعال کے صدور میں لوگوں کا اختلاف ہے، فلاسفہ ایجاب اور سلب اختیار کے قائل ہیں، اگرچہ وہ لفظ قدرت کی نفی نہیں کرتے لیکن قدرت کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ ''اگر چاہے تو کرے اور

نہ چاہے تو نہ کرے''، اور یہ دونوں شرطیہ قضیے صادق ہیں، عام ازیں کہ مقدم واجب ہو یا محال الخ۔

اعلیٰ حضرت کی یہ پوری بحث بڑی مشکل ترین بحث ہے اس لیے اس مقام پر اعلیٰ حضرت کے اس حاشیہ کی پوری بحث کو سہل بنانے کے لیے تاج الشریعہ نے اس پر حاشیہ تحریر فرمایا، اولاً اعلیٰ حضرت کی عبارت کے ایک جملے کی توضیح کی جس میں اعلیٰ حضرت نے مقدم کو واجب اور محال دو میں محدود فرمایا اور ممکن کا احتمال ذکر نہ کیا اس کی کیا وجہ ہے؟، اس کے بعد پوری بحث کی تسہیل فرمائی، چنانچہ تاج الشریعہ تحریر فرماتے ہیں:

''اگر یہ کہا جائے کہ یہاں ایک احتمال فعل کے جائز ہونے کا بھی تھا، اس طرح کیوں نہ کہا کہ عام ازیں کہ واجب ہو یا جائز ہو یا محال؟، جواب اس کا یہ ہے کہ فلسفی جب اللہ تبارک وتعالیٰ کے فاعل بالایجاب ہونے کے قائل ہوئے اور انھوں نے یہ کہا کہ یہ وجوب خود اس کی طرف سے ہے اور اس کی ذات کا کمال اس کے افعال کا مقتضی ہے اور ان افعال کے تخلف کا منافی ہے، تو اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ فعل باری تعالیٰ مقتضائے ذات ہے اور ذات باری تعالیٰ اس فعل کا ایجاب فرماتی ہے، کہ ان کے طور پر اب کوئی فعل جائز نہ رہا، اور یہ صراحۃً نفی قدرت اور سلب اختیار کو مستلزم ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کو فاعل بالاضطرار ٹھہرانا ہے، اسی لیے محشی علام امام اہل سنت نے یہ فرمایا: کہ فلسفیوں نے اگر چہ لفظِ قدرت کو سلب نہ کیا الخ۔ اس ارشاد میں صاف اشارہ ہے کہ فلسفی لفظِ قدرت بولتے ہیں' حقیقۃً وہ نافیٔ قدرت ہیں، اسی لیے خدا کو فاعل بالایجاب مانتے ہیں، اور اسی لیے انھوں نے یہ کہا کہ دونوں شرطیہ قضیے ملازمت کے صادق ہونے کی وجہ سے الخ، اور ان کا یہ کہنا کہ یہ وجوب اسی کی طرف سے ہے نہ کہ اس کی ذات پر واجب ہے محض مغالطہ اور صریح تناقض ہے، کہ یہ دعویٰ خدا کو فاعل بالایجاب ماننے کا منافی ہے، فلاسفہ کے طور پر فعل باری کا ایجاب سے صادر ہونا اور خلاف فعل سے تعلق قدرت کا مسلوب ہونا ضرور ابتداءً وجوبِ فعل کو مستلزم ہے۔ اور ان ''افعال جائزہ'' جن سے قدرتِ باری بمعنی صحتِ فعل وترکِ فعل متعلق ہوتی ہے' کا نافی ہے۔ ہم اہل سنت وجماعت کے نزدیک حق یہ ہے جیسا کہ محشی

علام امام اہل سنت نے کلماتِ آئندہ میں تصریح فرمائی، ہم یہاں اُن کلماتِ طیبات کی تلخیص کریں تا کہ اہل سنت و جماعت کا فلاسفہ ومعتزلہ کے عقائدِ باطلہ سے امتیاز روشن ہو، اور وجوبِ فلسفی اور وجوبِ اعتزالی اور جوبِ سنی کا فرق ذہن نشین ہو۔ چنانچہ امام اہل سنت فرماتے ہیں کہ افعال میں سے کچھ وہ ہیں جو حکمت کے موافق ہیں جیسے کافر کو عذاب دینا، اور فرماں بردار کو ثواب دینا، اور کچھ خلافِ حکمت ہیں، جیسے کہ اس کا عکس، اور شئ کبھی اپنی حدِ ذات میں ممکن ہوتی ہے' غیر کے پیش نظر محال ہوتی ہے، اور شئ کا تعلقِ قدرت کے لیے صالح ہونا اس کے امکانِ ذاتی ہی سے ناشی ہوتا ہے، اور امکانِ ذاتی کے منافی امتناعِ وقوع نہیں، تو ہر وہ چیز جو اپنی حدِ ذات میں ممکن ہے وہ اللہ کی مقدور ہے۔ جب تم نے یہ جان لیا تو (اب یہ سمجھو کہ) تمام ممکنات جو حکمت کے موافق ہوں اور جو موافق نہ ہوں سب اللہ تعالیٰ کے مقدور ہیں، لہٰذا نہ جبر ہے، اور نہ اس پر کسی شئ کا ایجاب، لیکن افعال میں ارادہ کا تعلق اسی سے ہوتا ہے جو موافقِ حکمت ہو' ورنہ سفاہت' کہ اس کے حق میں محال ہے' لازم آئے گی، تو جو موافقِ حکمت ہے وہ حیز وجوب میں ہے۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ کوئی فعل، ممکن بالذات ہوتا ہے، یعنی قدرت بمعنی صحتِ فعل وترکِ فعل دونوں جانب سے متعلق ہوتی ہے، پھر جب باری تعالیٰ جانبِ فعل کو ترجیح دیتا ہے اور ارادہ اس سے متعلق ہوتا ہے تو باختیارِ باری تعالیٰ اس فعل کا معرضِ وجود میں آنا واجب ہوتا ہے، لہٰذا وہ فعل اس لحاظ سے حیزِ وجوب میں ہے کہ ارادۂ الٰہیہ اس سے متعلق ہے، اگر چہ اپنی حدِ ذات میں ممکن ہے۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ بعثتِ رُسل وغیرہ کے بارے میں جو یہ فرمایا کہ یہ امر ممکن ہے، بلکہ حیز وجوب میں ہے' بجا ہے۔ اور اس قول میں باہم منافات نہیں، کہ امکانِ ذاتی بلحاظ صلوحِ تعلقِ قدرت ہے، اور حیزِ وجوب میں ہونا باعتبارِ تعلقِ ارادۂ الٰہیہ ہے۔ محشی علام کی تصریحات سے یہ امر ظاہر ہے کہ یہاں نہ جبر ہے نہ ایجاب، جیسا کہ فلاسفہ مانتے ہیں، اور نہ اس پر کسی شئ کا وجوب جیسا کہ معتزلی اور رافضی اعتقاد رکھتے ہیں، بلکہ وہ موجد وخالق اشیا اور فاعل بقدرت واختیار وارادہ ہے، نہ کہ فاعل بالاضطرار، اور محشی علام کی تصریح سے یہ امر بھی خوب روشن ہے کہ فلسفی نہ صرف نافئ قدرت ہیں بلکہ نافئ ارادہ بھی ہیں۔ اس لیے محشی علام علامہ بحر العلوم سے ناقل ہیں، ارادہ کی شان دو جانبوں

میں سے ایک کو ترجیح دینا ہے جن سے قدرت کا تعلق ان دونوں کی ذات کے پیش نظر صحیح ہے، اور جب تم کو یہ تحقیق ہوگئی کہ ترجیح بلا مرجح باطل ہے اور راجح ہونا اس ترجیح سے اسی کے لیے ہے جو پہلو راجح ہے، تو تمہیں معلوم ہوگیا کہ یہ ممکن نہیں کہ کوئی شئ موجود ہو، اور کوئی امر ثابت ہو، خواہ اُس شئ کو موجود کہیں یا واسطہ نام دیں، مگر اس صورت میں جب کہ وہ شئ علت موجدہ یا مثبتہ سے واجب ہو، اور یہ ایجاب اگر ارادہ واختیار کے تحقق کے بعد ہو تو فعل اختیاری ہے ورنہ اضطراری، اور موجد اگر صاحب ارادہ ہو تو وہ فاعل بالاختیار ہے ورنہ فاعل بالایجاب ہوگا۔

نیز آگے چل کر فرماتے ہیں: اب اس وجوب کا معنی کھل گیا جس کے یہ ائمہ کرام اس جیسے مقام میں قائل ہیں اور روشن ہوا کہ یہ نہ وجوبِ اعتزالی ہے اور نہ وجوبِ فلسفی، بلکہ وجوبِ سنی حنفی ہے جو ہر باطل سے جدا ہے، اس وجہ سے کہ یہ فعل، باری تعالیٰ کے ارادہ واختیار سے صادر ہوتا ہے، نہ جیسا کہ فلاسفہ مانتے ہیں یعنی فعل کے ایجاب سے اور خلافِ فعل سے تعلقِ قدرت کے مسلوب ہونے کے طور پر، اور نہ ایسا جیسا کہ معتزلہ اور رافضی کہتے ہیں کہ اس پر فعل واجب ہے، یعنی فعل کا باری تعالیٰ پر واجب ہونا، اللہ تعالیٰ ظالموں کی تمام باتوں سے بہت بلند ہے۔''

(حاشیہ تاج الشریعہ علی المعتمد المستند مترجم صفحہ ۱۵۵ تا ۱۵۷)



الصحابۃ نجوم الاہتداء:

یہ تاج الشریعہ کا عربی رسالہ ہے، جس میں حدیث ''**أصحابي کالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم**'' کی اسنادی حیثیت پر مفصل کلام ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متعلق اس روایت کے متعلق مشہور ہے کہ محدثین کے نزدیک سند کے باعتبار سے ثابت نہیں، فتاویٰ رضویہ شریف میں اعلیٰ حضرت نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ یہ روایت اگرچہ محدثین کے نزدیک ثابت نہیں لیکن اہل کشف کے نزدیک ضرور ثابت ہے۔ اعلیٰ حضرت کی اتنی رہنمائی سے یہ مزاج ملتا ہے کہ اس روایت کو سرے سے نظر انداز کرنا مناسب نہیں، ضرورت تھی کہ اس روایت کی اسنادی حیثیت پر تحقیق کی جائے، اس پر کوئی مفصل تحقیق نظر سے نہ گزری، اس لیے تاج

الشریعہ علیہ الرحمہ نے اس پر کام کیا اور حق تحقیق ادا کر دیا۔

اصل میں امام قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شفا میں اس روایت کو بصیغۂ جزم نقل کیا جس پر کسی محشی نے اعتراض کرتے ہوئے اس روایت کو موضوع قرار دے دیا، اور اس کی تفصیل میں امام ذہبی اور امام دارقطنی کے اقوال نقل کیے، اور حافظ ابن حجر کی التلخیص الحبیر اور ابن حزم کی 'احکام' کا حوالہ دیا، اس پر تاج الشریعہ نے دعویٔ موضوعیت کی اچھی خبر لی ہے، کہ جن محققین نے اس روایت پر کلام کیا کسی نے ضعیف کہا کسی نے منکر کہا کسی نے لاتقوم بہ حجۃ کہا، لیکن کسی نے موضوع قرار نہ دیا، آپ نے تفصیل سے کلام کرتے ہوئے بحث کو اس نتیجہ تک پہنچایا کہ سنداً یہ روایت زیادہ سے زیادہ ضعیف ہوگی، پھر تلقی بالقبول اور کثرتِ طرق کی بنا پر درجہ حسن تک پہنچ سکتی ہے۔ اس بحث کا بڑا تحقیقی حصہ وہ ہے جس میں آپ نے ابن حزم کے استدلال کا تجزیہ کیا ہے۔

آخر میں ۷۷ کتابوں کا حوالہ دیا اور ان کی عبارت درج فرمائی جن میں اس روایت کو نقل کیا گیا ہے، جن میں زیادہ تر امہات الکتب ہیں، اور اکثر میں اس کو حدیثِ مرفوع کے طور پر بصیغہ جزم نقل کیا گیا ہے۔



حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارح ہیں آزر نہیں:

یہ بھی عربی رسالہ ہے جس کا موضوع ہے: ''تحقیق ان ابا ابراہیم علیہ السلام تارح ولیس آزر''۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارح ہیں، آزر نہیں۔

اس رسالہ کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ امام جوالیقی کی عربی لغت کی کتاب ''المعرب'' کے مطالعہ کے دوران تاج الشریعہ نے جب لفظ'' آزر'' کی تفصیل دیکھی تو اس میں کچھ یوں درج تھا کہ آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ قرار دیا ہے، مورخین کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارح یا تارخ تھا، اور آزر باپ نہیں بلکہ چچا تھا۔ مذکورہ کتاب کی تحقیق ڈاکٹر احمد محمد شاکر نے کی ہے جنھوں نے اس پر حاشیہ لگایا اور آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حقیقی باپ قرار دیا اور چچا ہونے کے احتمال کا رد کیا۔ اور اس کے لیے حسب ضرورت تفصیل کی ہے۔

حضور تاج الشریعہ نے اس استدلال کا سقم محسوس کیا اور اس پر ایک مفصل رسالہ تحریر فرما دیا۔

اس رسالہ میں اس امر کی تحقیق ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد گرامی کا نام آزر نہیں، بلکہ ان کا نام تارح یا تارخ تھا، یہ ایک دوسرے مسئلے کی فرع ہے کہ آزر جسے قرآن کریم نے مشرک قرار دیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے یا نہیں؟ اور اس کی تحقیق کا سبب یہ ہے کہ علمائے اہل سنت کی ایک بڑی تعداد جن میں خاتم المحققین امام جلال الدین سیوطی اور امام احمد رضا رحمہما اللہ تعالیٰ ہیں ان کا موقف یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ نسب میں والد گرامی حضرت عبداللہ سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک تمام آباء مومنین موحدین گزرے ہیں، ان میں ایک شخص بھی مشرک نہیں۔ اس نظریہ پر اس آیت کریمہ سے سوال آتا ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''**واذقال ابراهیم لابیه آزر أتتخذ اصناما الهة**'' کہ آزر بت پرست کو ابراہیم علیہ السلام کا باپ کہا گیا ہے۔ اس کا آسان حل یہ ہے کہ لفظ ''اب'' چچا کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور قرآن شریف میں بھی یہاں اور دیگر مقامات پر لفظ ''اب'' چچا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن اس پر پوری تحقیق کی ضرورت پیش آئی کہ آزر اگر باپ نہیں چچا تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کون تھے اور ان کا نام کیا ہے؟

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اس موضوع پر قلم اٹھایا، اور حوالوں کے انبار لگا دیے۔ بحث کو نہایت ہی سنجیدہ اور خوش اسلوبی سے یوں آگے بڑھایا کہ پہلے یہ چند سوالات حل ہو جائیں تو مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لیے مغفرت کی دعا کی ہے۔ (ابراہیم ۴۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے دعائے مغفرت ایک وعدہ کی وجہ سے کی تھی جب ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو بیزاری کا اظہار کیا۔ (التوبہ ۱۱۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت کو وادیٔ غیر ذی زرع میں آباد کیا۔ (ابراہیم ۳۷) اب سوال یہ ہے کہ

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے دعائے مغفرت کب کی تھی؟

(۲) کب ان کو معلوم ہوا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے؟

(۳) معلوم ہے کہ آپ ہجرت کر کے مکہ آئے جہاں اپنی ذریت کو بسایا پھر اپنے اور والدین کے لیے دعائے مغفرت کی، تو سوال یہ ہے کہ کب مکہ کی طرف ہجرت کی، اور کب اپنے باپ سے اظہار براءت کی؟ آگ میں ڈالے جانے سے پہلے اور اپنے باپ کی ہلاکت کے بعد اظہار براءت کر کے مکہ ہجرت کی؟ اگر ایسا ہو تو سوال یہ ہے کہ آپ ''**ربنا اغفر لي ولوالديَّ**'' میں کس کے لیے دعائے مغفرت کر رہے ہیں؟ کیا اسی شخص کے بارے میں دعا ہے جس سے اظہار براءت کر چکے ہیں؟ یا یہ کوئی اور شخص ہے؟ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی پہلی شق کو اختیار کرے گا، لامحالہ وہ کوئی دوسرے شخص ہیں، یعنی مکہ ہجرت کرنے کے بعد جس کے لیے دعائے مغفرت کی ہے وہ اس کے علاوہ ہیں جن سے بیزاری کا اظہار کیا ہے، اور جس کے لیے مغفرت کی دعا کی ہے وہ حقیقی باپ ہیں۔ نہ کہ وہ جن سے بیزاری کا اظہار کیا۔ اور آپ نے روایات سے ثابت کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے کے واقعہ کے دوران ہی چچا کی موت ہوگئی، اس لیے کہ جب حضرت ابرہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کی تیاری ہو رہی تھی اور لوگ لکڑیاں جمع کر رہے تھے آگ تیار ہو رہی تھی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ''حسبنا اللہ ونعم الوکیل'' پڑھا اور آگ میں ڈال دیے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈی ہونے کا حکم دیا۔

(يا نارُ كوني برداً وسلاماً على ابراهيم)

چنانچہ آگ ٹھنڈی ہوگئی اس پر چچا آزر نے کہا کہ آگ میری وجہ سے ٹھنڈی ہوئی، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ایک چنگاری اس کے اوپر ڈال دی جس سے وہ جل کر تباہ ہوگیا۔ تو جب انھوں نے چچا کا شرک پر خاتمہ دیکھا تو ظاہر ہوگیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے، اس کے بعد مغفرت کی دعا نہ کی، اس سے ترتیب واقعات ظاہر ہوئی کہ پہلے آگ میں ڈالنے والا واقعہ ہوا پھر اسی دوران چچا کی موت ہوئی، اور یہ دونوں باتیں ملک شام پھر مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت سے پہلے ہوئیں، اور آزر کے لیے استغفار اس کی زندگی میں کرتے تھے، جب شرک پر موت ہوئی تو اس سے بیزاری کا اظہار کرنے لگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ میں جو مغفرت کی دعا کی وہ اپنے حقیقی باپ کے

لیے تھی نہ کہ چچا کے لیے، کیوں کہ اس کا انتقال بہت پہلے ہو چکا تھا اور پہلے ہی تبری کر چکے تھے۔
اس کے بعد اس موقف پر مختلف جہتوں سے اعتراضات جو وارد کیے گئے ان کے تحقیقی جوابات تحریر فرمائے، خصوصاً اس موقف کی بڑی دلیل آیت کریمہ "**وتقلبک في الساجدين**" اور حدیث پاک: "**لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين الى أرحام الطاهرات**" سے استدلال پر اعتراضات کو رد کر کے استدلال کو مضبوط بنا دیا ہے۔



الفردة فی شرح قصیدة البردة

قصیدہ بردہ شریف دنیا کے سب سے مشہور قصائد میں سے ایک ہے، جس کو علامہ شرف الدین بوصیری نے نظم کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی حاجت روائی کی فریاد کے لیے رکھا ہوا تھا، ایک بار جب امام بوصیری کو خواب میں زیارت ہوئی تو انھوں نے پورا قصیدہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر کے استغاثہ کیا جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کیا اور اپنا دست کرم امام بوصیری پر پھیرا اور انھیں فالج سے شفا ہو گئی۔

حضور تاج الشریعہ سے اس قصیدے کی عربی شرح کی گزارش کی گئی تو حضرت نے اس کی شرح بیان کرنی شروع کی، سفر میں حضر میں جب جب موقع ملتا آپ عربی میں شرح بیان کرتے اور اسے ریکارڈ کر لیا جاتا، اور اس کا مجموعہ "الفردة فی شرح البردة" کے نام سے منظر عام پر آیا، ہمیں اس کے مختلف حصوں کی ریکارڈنگ سننے کا موقع ملا، حضرت پہلے الفاظ کی لغوی تشریح کرتے ہیں، حسب ضرورت نحو اور بلاغت کے اعتبار سے شعر کی وضاحت کرتے ہیں، پھر امام بوصیری نے کوئی علمی نکتہ نظم کر دیا ہے تو اس کی شرح میں تفصیلی بیان فرماتے۔ بلکہ کچھ مقامات پر کسی لفظ کی تشریح کرتے ہوئے عربی ضرب الامثال بھی ذکر فرماتے ہیں۔ چنانچہ یہ مصرع: **ما لعينيك ان قلت اكففا همتا**، اس میں "اکففا" میں جو فک ادغام ہے اسے ضرورتِ شعری پر محمول کرتے ہوئے تشریح میں فرماتے ہیں کہ مجھے اس موقع پر ایک عربی مثل یاد آتی ہے: **خير الناس من كف فكّه وفك كفه وشر الناس من كف كفه وفك فكه**۔ یعنی بہترین انسان وہ ہے جو

منھ بند رکھے اور ہاتھ کھول دے اور بدترین انسان وہ ہے جو ہاتھ باندھ لے اور زبان کھول دے۔

اس شرح میں جا بجا لفظی تحقیقات ہیں، مثلاً ''نعم و بلی'' کے درمیان فرق، لفظ لدی کی تحقیق، حبیب و خلیل کے معنی کی تحقیق، لفظ قسط کی تحقیق، کلمہ ''فلا احد'' کی تشریح، کلمہ لولا کی تحقیق، لفظ او، حیث کا استعمال وغیرہ۔ نیز کلمات و تعبیرات کے صنائع و بدائع کو بھی جگہ جگہ واضح کیا گیا ہے، مثلاً ایہام حسن، تشبیہ مقلوب، فعل امر کے سولہ معانی۔ اشعار کی تشریح کرتے ہوئے بہت سارے تاریخی واقعات بھی پیش کیے ہیں۔ مثلاً حضرت حلاج کا واقعہ، سلطان محمود اور شیخ ابوالحسن خرقانی کا واقعہ، کسریٰ کا واقعہ، جن کا وقعہ، اصحاب فیل کا واقعہ، بحیرا راہب کے ایمان لانے کا واقعہ، اوس و خزرج کے ایمان لانے کی تفصیل، قصۂ غار، حضرت ہود علیہ السلام اور قوم عاد کا واقعہ، عاد ثانی کا واقعہ، معراج شریف کا واقعہ۔ اور بہت کچھ علمی و تحقیقی ابحاث بھی جا بجا دی گئی ہیں۔ مثلاً ابو طالب کے ایمان و کفر کی بحث، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی بحث، کلام نفسی اور کلام لفظی کی بحث، وحدت قرآن کی بحث، رویت باری تعالی کی بحث۔ وحدت قرآنی کی بحث بڑی علمی بحث ہے جس کو حضرت نے امام احمد رضا کے رسالہ ''انوار المنان فی توحید القرآن'' کی تلخیص کے طور پر پیش کیا ہے۔



حسام الحرمین پر تنقید کا جواب

الرد السدید للعنود الجدید

امریکی نو مسلم اسکالر نوح حامیم کیلر نے علمائے دیو بند کو کفر سے بچانے کے لیے حسام الحرمین پر نقد و نظر پر مشتمل ''ایمان و کفر اور تکفیر'' کے عنوان سے ایک تحریر تیار کی اور اسے نیٹ پر عام کر دیا، جس کو مغربی ممالک کے آزاد ماحول میں خاصی مقبولیت حاصل ہوئی۔

اس تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے جو دیو بند کے چار علما پر کفر کا فتویٰ صادر کیا ہے وہ درست نہیں، علمائے دیو بند نے جو بات اپنی کتابوں میں لکھ دی ہے وہ یا تو غلط ہے یا تعبیر کی غلطی ہے،

تاہم اس پر کفر کا حکم دینا غلط ہے۔ پھر اپنی بات کو امام قاضی عیاض کی شفا اور دیگر کتب کے حوالوں سے بوجھل کرتے ہوئے لکھا کہ قاسم نانوتوی نے صراحۃً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار نہیں کیا ہے۔ خلیل احمد انبیٹھوی اور رشید احمد گنگوہی نے جو کذب باری تعالیٰ ممکن لکھا اس کا مطلب یہ نہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کو جھوٹا لکھ دیا، اسی طرح اشرفعلی تھانوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو جو جانوروں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دے دی ہے اس سے اگرچہ بے ادبی اور گستاخی کا مفہوم نکلتا ہے، لیکن گستاخی اس وقت تک گستاخی نہیں ہوتی جب تک کہ اس کی نیت نہ ہو۔

اس طرح کی فاسد توجیہات اور بے جا تاویلات کر کے اپنے مضمون کو طول دیا ہے اور قرآن وحدیث کے نصوص کو پیش کر کے علمائے دیوبند کے کفر کو ہلکا بتانے کی کوشش کی ہے۔ شروع سے آخر تک کئی اہم کتابوں کے حوالے بھی دیے جن میں امام تقی الدین سبکی، امام غزالی کی الاقتصاد فی الاعتقاد اور قاضی عیاض کی شفا وغیرہ۔ لیکن جب ان حوالوں کو ملایا گیا تو کئی حوالے غلط نکلے اور کچھ مقامات پر اپنے مقصد کی عبارت کو سیاق وسباق سے کاٹ کر لے لیا گیا ہے اور جو عبارت ان فاسد تاویلات کو رد کر رہی تھی اسے صاف نظرانداز کر دیا گیا۔

کتابوں کے حوالجات اور اپنی تعبیرات کے اعتبار سے یہ تحریر حد درجہ فریب میں مبتلا کر رہی تھی اور امریکہ ویورپ میں سنی عوام اس کی وجہ سے تشویش میں مبتلا ہو رہے تھے، علمائے اہل سنت سے اس کے رد کا تقاضا ہو رہا تھا، لیکن کہیں سے کوئی اس کی طرف پیش قدمی کرتا نہ دکھائی دیتا تھا، بالآخر اس کے جواب کے لیے تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو ہی میدان میں آنا پڑا۔ اور آپ نے یہ کام امہات الکتب کے حوالوں کے ساتھ نہایت ہی قلیل وقت میں مکمل کیا۔

آپ نے اولاً اس کے استدلال پر سوالات قائم کیے جن کے ذریعہ اس کے استدلال کو تناقضات کا مجموعہ قرار دیا، پھر علمائے دیوبند کی کفری عبارتوں میں سے ایک ایک پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے واضح کیا کہ یہ جملے کفر میں صریح متبین ہیں اور صریح متبین میں نیت کی ہرگز ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ آپ نے قاضی عیاض کی شفا سے صریح عبارتیں نقل کر کے ثابت کیا کہ جس جملے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صریح توہین ہوتی ہو اس میں نیت وقصد کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ کیوں کہ نیت وقصد کا

اعتبار کنائی اور محتمل جملوں میں ہوتا ہے، نہ کہ صریح اور متبین میں۔

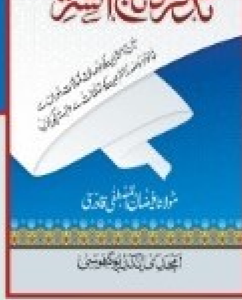


اردو ترجمہ نگاری

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تصنیف کے علاوہ ترجمہ نگاری بھی فرماتے تھے، آپ کی ترجمہ نگاری اس بات کی غماز ہے کہ آپ پر مصنف بننے کے شوق کا غلبہ نہیں تھا، اور نہ تعدادِ تصانیف میں اضافہ کا مزاج، ورنہ اس دورِ اخیر میں جن کو پڑھ لکھ کر ذرا قلم پکڑنے کا سلیقہ آ گیا انھیں مصنف بننے کا شوق ستانے لگتا ہے، اور یہ شوق شب و روز ترقی کرتا جاتا ہے، مگر کچھ علم دوست حضرات ایسے بھی ہوتے ہیں جنھیں تصنیف و تالیف کی ضرورت اُسی وقت محسوس ہوتی ہے جب کسی نئے موضوع پر ضرورت تقاضا کرے اور اُس موضوع پر کوئی معتبر اور جامع تصنیف موجود نہ ہو، حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ جنھوں نے باں علم وفضل اپنے باقیات میں تصنیفات نہ چھوڑیں، کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کا حوالہ دیدیا جو ضرورت کے تمام مواد کو احسن طریقے سے فراہم کرتی ہیں۔ یہی صورت حال ہمیں تاج الشریعہ کی سیرت میں دیکھنے کو ملتی ہے، چنانچہ آپ نے خود تصنیف کی بجائے امام احمد رضا کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے اس بات کو ترجیح دی کہ ان کی تصنیفات کا ترجمہ کردیا جائے، جو اردو زبان میں ہیں اہل عرب کے لیے انھیں عربی میں منتقل کردیا جائے اور جو کتابیں عربی میں ہیں اردو داں طبقہ کے لیے انھیں اردو میں منتقل کردیا جائے۔
چنانچہ آپ نے اعلیٰ حضرت کے متعدد اردو رسائل کو عربی میں منتقل کیا اور وہ رسالے عرب سے شائع ہوئے، جن میں شمول الاسلام لاصول النبی الکرام، حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین، الھاد الکاف فی حکم الضعاف وغیرہ بہت مشہور و مقبول ہوئے۔

جن عربی کتابوں کو اردو زبان میں منتقل کیا ہے ان میں دو کا ذکر آتا ہے: المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند۔ اور دوسرا رسالہ ''الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی'' بظاہر سمجھا جاتا ہے کہ کسی عربی کتاب کا اردو ترجمہ کرنا زیادہ مشکل نہیں، یہ حقیقت بھی ہے کہ جو درس نظامی قدرے توجہ سے پڑھ لے کسی عربی کتاب کا اردو ترجمہ یقیناً اس کے لیے کچھ مشکل امر نہیں۔ لیکن ترجمہ نگاری کا حق ادا کرنا

بہت حد تک اس پر منحصر ہے کہ وہ کتاب جس فن اور جس موضوع پر ہے اس میں ترجمہ نگار کو کتنا عبور ہے۔ ایک سادہ سی بات کو دوسری زبان میں منتقل کرنا آسان ہوسکتا ہے لیکن کسی فن کو منتقل کرنا مشکل ترین کام ہے اور اس کے لیے اس پر دسترس درکار ہے۔ ہمارے پیش نظر حضور تاج الشریعہ کا المعتقد المنتقد اور المعتمد المستند کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ کتاب علم کلام پر جامع ترین کتاب ہے، کیوں کہ یہ متقدمین اور متاخرین کی ابحاث پر مشتمل ہے اور اس میں علم کلام کی وہ تحقیقاتِ عالیہ درج کی گئی ہیں جو محققین کی ابحاث کا نچوڑ ہیں۔ اس کا ترجمہ کئی جہتوں سے مشکل ترین کام ہے، ایک تو یہ کہ متاخرین متکلمین اپنی ابحاث میں فلسفہ منطق اور دیگر عقلی علوم کو مدارِ بحث بناتے ہیں اور تحقیق کو عروج تک پہنچاتے ہیں۔ مترجم اگر ان اصطلاحات وابحاث سے اچھی طرح واقف نہ ہو تو ترجمہ کرنے میں لغزشیں کرے گا بلکہ ایسے مقامات آئیں گے کہ کچھ ترجمہ نہ بن پڑے گا۔ لیکن ہم نے جابجا تاج الشریعہ کا ترجمہ دیکھا اور محسوس ہوا کہ مترجم کو ان ابحاث واصطلاحات پر پورا کنٹرول ہے جب ہی تو ترجمہ میں فن کا مزاج زندہ وتابندہ محسوس ہوتا ہے۔ ترجمہ میں موضوع کی علمی مشکلات تو دور نہیں ہوجاتیں، یہی وجہ ہے کہ مشکل ابحاث ایک اردو خواں یا ایک مبتدی کے لیے امواج کے تلاطم سے کم نہ ہوں گی، پھر بھی ایسے لوگوں کے لیے بہت آسانی ہوگئی ہے جو عقائد سے شغف رکھتے ہیں لیکن عربی پڑھنے اور سمجھنے میں دقت محسوس کرتے ہیں، بلکہ عربی داں حضرات کے لیے بھی بہت سارے ایسے مقامات پر آسانی ہوجاتی ہے جہاں مرجع ضمائر واشارات کی تعیین کے لیے غور کرنا پڑتا ہے، کیوں کہ تاج الشریعہ کا یہ ترجمہ ضمائر واشارات کی تعیین کرتا جاتا ہے۔



آئینہ

زیرِ نظر کتاب مرشد گرامی حضور تاج الشریعہ سے متعلق یادداشتوں کا ایک مجموعہ ہے۔ اِس کے مضامین شکستہ دل اور طبعِ مضمحل کے وہ احساسات ہیں جو غیر مرتب طور پر سینۂ قرطاس پر منتقل ہوئے۔ تاج الشریعہ کے حالات وکمالات اور علمی افادات بطور تبرک شامل کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کا اہم ترین حصہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت اور خانوادۂ صدر الشریعہ کے ربط و تعلق اور اِس ضمن میں تاج الشریعہ کے کردار پر مشتمل ہے، جو مجموعی طور پر ہماری یادداشت پر مبنی ہے، جس کو تحریر کرتے ہوئے ہم نے اپنے حافظے کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کی ہے، تاہم کوئی ہماری اصلاح کرنا چاہے تو ہمیں شکر گزار پائے گا۔

فیضان المصطفیٰ قادری غفرلہ

۲۳ راگست ۲۰۱۸ء